ماہنامہ

مُحدِّث

بنارس

شمارہ/۱۱	شوال المکرّم ۱۴۲۹ھ	نومبر ۲۰۰۸ء	جلد/ ۲۶

مدیر

عبدالوہاب حجازی

پتہ

دارالتالیف والترجمہ

بی ۱۸/ ۱جی، ریوڑی تالاب

وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

بدل اشتراک

سالانہ ۱۲۰/ روپے

فی پرچہ ۱۲/ روپے

○

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوچکی ہے۔

اس شمارہ میں

درس قرآن

تبلیغ ودعوت کے اصول

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿ اُدْعُ إِلىٰ سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالحِكْمَةِ وَالمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةَ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ (النحل:۱۲۵)

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت او بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اوران سے اس طریقہ پر بحث کیجئے جو سب سے بہتر ہو، بیشک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے دور ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون راہ راست پر ہے۔

یعنی (اے محمد ﷺ) آپ کا کام مذکورہ اصولوں کے مطابق وعظ اور تبلیغ ہے، ہدایت دینا یا نہ دینا اللہ کے اختیار میں ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ کون کیسا ہے۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں تبلیغ ودعوت کے اصول بتائے گئے ہیں اور سید المرسلین محمد ﷺ کو اس کے اپنانے کی ہدایت کی گئی، اگر تبلیغ میں مجادلہ کی نوبت آئے تو آپ کو حکم ہوا کہ وہ پہلو اپنائیے جو سب سے بہتر اور شائستہ ہو۔

آج ہم دعوت وتبلیغ میں سب پیچھے اس لئے ہو گئے کہ ہم نے قرآنی ہدایات کو پس پشت ڈال دیا اور عوام الناس کے مطالبہ کے مطابق ایسی لچھے دار تقریر کو بہتر سمجھ لیا کہ سننے والا ہماری بات سن کر تلملا جائے اور اس کے اندر جوش پیدا ہو جائے۔ ظاہر بات ہے یہ اسوۂ نبی اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اس سے احتراز کرنا بہت ضروری ہے۔

ہم کو چاہئے کہ ایسے عالم سے تقریر نہ کرائیں جو شائستہ الفاظ میں اپنی باتیں کرنا نہ جانتا ہو۔

آپ غور کریں دنیا کے سب سے جابر بادشاہ فرعون کے پاس جب اللہ نے موسی وہارون علیہما السلام کو نبی بنا کر بھیجا تو یہی ہدایت فرمائی تھی: ﴿فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى﴾ (طہ:۴۴) اے موسی وہارون تم فرعون سے نرم گفتگو کرنا شاید وہ سمجھے یا ڈر جائے۔ اور آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿فلو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك﴾ کہ اگر آپ ﷺ سخت زبان اور سنگ دل ہوتے تو یہ آپ کی بات نہ سنتے اور آپ سے بدک کر بھاگ جاتے۔

میں اپنے تمام علماء دین سے یہی گزارش کروں گا کہ اس وقت دنیا کو اسلامی تعلیمات کی ضرورت ہے، آپ حکمت ودانائی کے ساتھ تبلیغ کے کام کو انجام دیجئے، لوگوں کو اللہ کے دین سے قریب لانے کی کوشش کیجئے، کسی کے عقیدہ پر غلط الفاظ میں تنقید نہ کیجئے، اللہ نے خود منع کیا ہے کہ جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پوجتے ہیں ان کو برا بھلا مت کہو، نہیں تو وہ لاعلمی میں اللہ کو برا بھلا کہیں گے۔ یہ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات ہیں، آج دنیا امن کی محتاج ہے جو اسلامی تعلیم سے ہی مل سکتا ہے۔ اس لئے حکمت ودانائی سے اس کی تبلیغ کیجئے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے، آمین۔ ☆☆

درس حدیث: ۱۱۸

عورت کے سفر حج میں مَحرم کا ہونا

تحریر: مولانا عبدالسلام مدنی/استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله ﷺ: لا يخلون رجل بامرأة، ولا تسافرن امرأة إلا ومعها محرم. فقال رجل: يا رسول الله! اكتتبت فى غزوة كذا وكذا، وخرجت امرأتى حاجة؟ قال: إذهب فاحجج مع امرأتك. متفق عليه (مشكاة ج ١، ص ٢٢١)

قال فى المرعاة: أخرجه البخارى فى الحج وفى الجهاد وفى النكاح، ومسلم فى الجهاد. (مرعاة ج٨، ص٣٣٨)

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز ہرگز کوئی مرد کسی (اجنبیہ) عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ہو، اور ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی مَحرم ہو۔ (یعنی ایسا مرد جس سے اس کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو)۔

تو ایک صحابی ؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں ایسے ایسے ایک غزوہ میں جانے کے لئے نامزد کردیا گیا ہوں، اور میری بیوی (بغیر محرم کے) حج کے لئے جارہی ہے؟ آپ نے فرمایا: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: بیت اللہ شریف کا حج کرنا ہر مستطیع کلمہ گو پر فرض ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا، ومن كفر فإن الله غنى عن العالمين – آل عمران: ٩٧﴾ یعنی ”اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو بیت اللہ کی طرف راہ پاسکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کردیا ہے، اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ تمام دنیا سے بے پرواہ ہے“۔ (جوناگڈھی ؒ)

مولانا صلاح الدین صاحب اپنے تفسیری نوٹ میں لکھتے ہیں: ”راہ پاسکتے ہوں“ کا مطلب: زادراہ کی استطاعت اور فراہمی ہے، ......علاوہ ازیں راستہ پرامن ہو......، اسی طرح صحت کے لحاظ سے سفر کے قابل ہو، نیز عورت کے لئے محرم بھی ضروری ہے“۔ (ص ۱۶۲)

حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی مرد کا کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں ہونا جائز نہیں ہے، نیز کسی عورت کا تنہا بغیر محرم یا شوہر کے سفر پر نکلنا بھی درست نہیں ہے، اس ممانعت میں حج اور عمرہ کا سفر بھی داخل ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی ؓ کو غزوہ کے سفر کے بجائے بیوی کے ہمراہ جاکر حج کرنے کا حکم دیا تھا۔

رب العالمین! امت مسلمہ کو تمام عبادتیں آداب شریعت کے مطابق ادا کرنے کی توفیق عنایت فرما، آمین۔

☆☆☆

افتتاحیہ

انتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے مرکز ہندوستان دلی میں انسانیت کو اپنا پیغام کامیابی سے سنا دیا

آزاد ہندوستان میں دارالحکومت دلی میں انتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا انعقاد مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا دانش مندانہ فیصلہ واقدام ہے، مرکزی جمعیت نے اس اقدام سے اپنا پیغام نہ صرف پورے ہندوستان میں بلکہ پوری دنیا کو پہنچا دیا ہے۔

کانفرنس کے لئے رام لیلا گراؤنڈ کی بکنگ اور ۱۸-۱۹/اکتوبر ۲۰۰۸ء کی تاریخوں کے اعلان کے ساتھ جماعتی جوش وخروش نظر آنے لگا، درمیان میں چند بڑے شہروں سمیت مرکز ہند دلی میں ملک کی پرامن فضا میں زہر گھولنے والوں نے سیریل بم دھماکے کرائے جس سے نہ صرف دلی بلکہ پورا ملک دہل گیا اور مسلم قوم تو شکاری کے نشانے پر آئے پرندے کی طرح خوف ودہشت سے دبک اور چپک کر رہ گئی، ایسے غیر یقینی حالات میں کانفرنس کے انعقاد پر عام اہل حدیث کو شبہ تھا، لیکن ترجمان کے شمارے برابر اعلان کئے جا رہے تھے کہ کانفرنس نہایت مناسب وقت اور جگہ پر منعقد ہو کر رہے گی، ہم مرکزی جمعیت کو اس کی اس جرأت پر مبارکباد دیتے ہیں۔

رمضان المبارک کے آخری ایام میں مرکزی جمعیت کے کارکن عزیزی محمد احمد سلمہ اللہ ورعاہ کے دو فون کانفرنس میں میری تقریر کے موضوع کے تعلق سے موصول ہوئے، موصوف ہی سے معلوم ہوا کہ تقریر اور مقالہ کے لئے دعوت نامہ جامعہ سلفیہ کے پتہ پر روانہ کیا جا چکا ہے، اس طرح کے دعوت ناموں کی فہرست جامعہ میں عموماً طویل ہوتی ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ سفر کے لئے کون منتخب ہوں گے، بہر حال دلی کانفرنس کے لئے سفر کرنے سے چوبیس گھنٹہ پہلے راقم السطور اور حافظ اسعد اعظمی صاحب کو خبر کی گئی کہ جانے آنے کا ٹکٹ نکل چکا ہے اور آپ دونوں کو جامعہ کی نمائندگی کے لئے کانفرنس میں شریک ہونا ہے اور الحمد للہ ہمیں خوشی ہے کہ اتنی مہتم بالشان آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں جامعہ سلفیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے شرکت کا موقع ملا اور ایک مختصر خطاب کر کے ہم بھی انسانیت کو اسلام کا پیغام دینے میں کانفرنس کے ہم آواز بن گئے۔

ایک آل انڈیا جماعت جس کی صدیوں پر پھیلی ہوئی روشن اور تابناک تاریخ ہے اور دلی جیسے عظیم الشان بین الاقوامی

شہر، نیز وقت اور حالات کی نزاکت کے پیش نظر کانفرنس کا انتظام نہایت خوش کن، معیاری اور جاں فزا تھا، ہندوستان بھر کے صوبوں اور شہری جمعیات نے نہ صرف شرکت کی بلکہ اپنے ولولہ انگیز خطابات سے مرکزی جمعیت اہل حدیث سے اپنی گہری وابستگی کا اظہار کیا، داخلی سطح پر کانفرنس کی یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور "يد الله على الجماعة" کا روشن مظہر ہے، اس عظیم کانفرنس میں دنیا کے متعدد ممالک کے جماعتی مندوبین بشمول ممالک عربیہ کی عظیم اسلامی شخصیات نے شرکت فرمائی اور اپنے حوصلہ افزا کلمات سے کانفرنس کی معنویت میں اضافہ کیا۔

کانفرنس کے دوسرے روز کی مجالس کئی کئی گھنٹوں تک چلتی رہیں جن میں قومی سطح کی بڑی بڑی پارٹیوں کے سیاسی لیڈران مرکزی حکومت کے وزراء، صوبہ دلی کی وزیر اعلی، بڑے بڑے مسلم لیڈران، نیز تمام مسلم جماعتوں اور تنظیموں کے اعلی قائدین اور اعلی دینی تعلیمی ادارے دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ذمہ داران، جامع مسجد دلی کے امام محترم اور درجنوں بڑے بڑے علماء وخطباء حضرات نے پرجوش شرکت فرمائی، اور سب نے بلا استثناء جماعت اہل حدیث کو اس کانفرنس پر دلی مبارکباد دی اور اس عظیم الشان تاریخی پلیٹ فارم سے دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوئے اسلام کی انسانیت نوازی، امن وامان اور بھائی چارہ کے پیغام اور تعلیمات کی تعریف کی، صبح کی مجلس میں چوٹی کے ہندو دھرم گرو مع اپنے وفد کے شریک مجلس ہوئے اور نہایت صاف ستھرا خطاب پیش کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی ناروا کوشش کرتے ہیں وہ مذہب اسلام کو بالکل نہیں جانتے، اسلام امن وامان کا مذہب ہے، اس کی بہت سی تعلیمات ہمارے عمل میں بھی ہیں اور اس پہلو سے ہم اپنے آپ کو مسلمان کہیں تو بجا ہے اور قوم کی وحدت اور بھائی چارہ کے لئے آپ جب بھی ہمیں آواز دیں گے اپنے قدم بہ قدم ہمیں ضرور پائیں گے۔ خارجی سطح پر کانفرنس کی شاندار کامیابی کا یہ بہترین مظہر ہے۔

خوبصورت سفید شامیانوں سے سامعین کے لئے متعدد بڑے بڑے وسیع وعریض ہال بنائے گئے تھے، ہر ہال میں دس پندرہ ہزار نفوس کے بیٹھنے کی جگہیں تھیں، آخری شب میں دو ہال مکمل پر ہو گئے تھے اور سیکڑوں ہزاروں نفوس اغل بغل کی راہداریوں اور سڑکوں پر خطابات سے محظوظ ہوتے ہوئے دیکھے گئے اور یہ سامعین ملک کے دور دراز صوبوں تک سے دینی ومسلکی غیرت اور جوش وجذبہ لے کر ہزار ہا ہزار کی تعداد میں مرکز ہندوستان دلی میں کئی روز تک فروکش رہے اور کانفرنس کا زندہ و پائندہ پیغام لے کر واپس گئے۔

ہم نے اس حیات مستعار میں چار بڑی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسیں دیکھی ہیں، نوگڈھ کانفرنس کے وقت میں فارسی کا طالب علم اور کانفرنس کا رضا کار تھا، اس کے علاوہ مئو کانفرنس، پاکوڑ کانفرنس اور اس دلی کانفرنس میں شریک ہونے کا موقع ملا، ان عظیم کانفرنسوں کے موقع پر بعض میں کچھ اختلافات کے مظاہر بھی سامنے آئے، لیکن الحمدللہ ہماری جماعت نے اختلاف کو انشقاق نہیں ہونے دیا، حالیہ کانفرنس میں بھی یہ منظر دیکھنے میں آیا لیکن حق پرستی کے تقاضہ میں جماعت حقہ اسے بھی انشقاق کی شکل نہیں اختیار کرنے دے گی، ان شاء اللہ العزیز۔

☆☆☆

الدرالمنثو رمعروف بہ تذکرۂ صادقہ
کا اجمالی تعارف

(۳-۳)

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری

مولوی احمداللہؒ کا ترجمہ

صاحب تذکرہ نے مولوی احمد اللہ کا ترجمہ قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے، جس میں بہت سی قابل توجہ باتیں آ گئی ہیں، یہ ترجمہ ص ۴۳ سے شروع ہوکر ص ۵۷ پر ختم ہوا ہے، اور درمیان میں استطر اداً متعدد مفید امور کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

مصنف نے ترجمہ کی ابتداء میں سن پیدائش (۱۲۲۳ھ) کے بعد سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ذریعہ صاحب ترجمہ کے نام کی تبدیلی کا ذکر کیا ہے، پہلے ان کا نام احمد بخش تھا، پھر سید شہید نے احمد اللہ رکھا، اور انہیں نے نکاح بھی پڑھایا۔

حلقۂ تلامذہ کی وسعت کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''آپ جامع معقول ومنقول تھے، اور نہایت ذہین وذکی اور بہت عقیل ولبیب، ایک زمانہ آپ کی فہم وفراست وکیاست کا قائل تھا، آپ رؤسائے عظام میں سے عظیم آباد کے تھے، ساتھ ہی نہایت منکسر المزاج تھے، غریب پرور، صاحب خلق عظیم، ہر دل عزیز، ذی مروت وسخاوت تھے، ہمت ودلیری وحمیت وہمدردی قومی وحب وطن یہ خاص آپ کا حصہ تھا، اس کمترین کے قلم میں وہ طاقت کہاں جو آپ کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک شمہ بھی بتا سکے۔ انسان کو بحیثیت انسانی جو کچھ اوصاف چاہئیں ان کا مجموعہ اللہ تعالی نے آپ کو بنایا تھا، حق پسندی وبہی خواہی عامہ بنی آدم خاص آپ کا شیوہ تھی، بہبودی خلائق ورفاہ عام میں آپ جان ومال سے دریغ نہ فرماتے''۔

عبارت کے اس اقتباس سے صاحب ترجمہ کے محاسن وفضائل کا اندازہ ہوتا ہے، اور ساتھ ہی مصنف کی ان کے ساتھ گہری عقیدت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مصنفؒ نے ان کے محاسن کی تصویر کشی میں محاورے اور استعاروں کا خوبصورت استعمال کر کے اپنی قادرالکلامی اور سخن شناسی کا ثبوت فراہم کیا ہے، لکھتے ہیں:

''ان ناتعلیم یافتہ اشخاص کی کوئی بات حکام وگورنمنٹ کے سامنے پیش رفت نہ جاتی، اور مثل ماروہ پیچ وتاب کھا کر رہ جاتے''۔

''آپ کے اخلاق حمیدہ ایسے عام تھے کہ ہر خرد وکلاں، ہندو مسلمان، سنی وشیعہ مثل پروانہ آپ کے ساتھ محبت والفت وجاں نثاری کا دم بھرتا''۔

''اور جن کی آنکھیں مانند موشکِ کور کے شعاع شمس سے چندھیاتی تھیں، اور نورِ بصیرت سے محض بے بہرہ تھیں وہ

ہمیشہ اپنے فکر میں درپے آزار آپ کے رہے''۔

''اور اس بات کو کچھ اس طرح چکنا چپڑا کر کے اور روغن قازمل کر دکھایا کہ حکام نے اس کو سچ مان لیا''۔

''اس وقت بجز ان چند مفسرین کے تمام شہر عشرۂ محرم ہو گیا، شیعہ وسنی، چھوٹا بڑا آہ سرد بھرتا اور سخت ماتم میں مبتلا ہوا، اور ہر طرف سے بکا و واویلاہ کا شور مچا''۔

''یہ فقیر شب و روز کمر بستہ صحبت کیمیا خاصیت میں رہتا، اور ہر جزئی وکلی امر میں اپنے خواہ وہ متعلق تدبیر معاش کے ہو یا خانہ داری کے یا مقدمہ یا شادی وغمی کے ہو الغرض کالمیت فی ید الغسال میں نے اپنے آپ کو آپ کے ہاتھ میں دے دیا تھا''۔

تذکرۂ صادقہ پر مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کا تبصرہ

جیسا کہ ذکر ہوا تذکرۂ صادقہ کے اخیر میں تقریباً دو صفحے کا مولانا آزاد کا تبصرہ درج ہے، جس میں مولانا نے کتاب کو سراہتے ہوئے خاندان صادقپور کے فضل وکمال کا ذکر کیا ہے، پھر ان کی ابتلاء وآزمائش کی طرف بڑے پرسوز وعبرت آموز انداز میں اشارہ کیا ہے۔

تبصرہ کی ابتداء میں مولانا نے عربی کا مقولہ ''تذکرۃ الاسلاف لتبصرۃ الاخلاف'' ذکر کر کے تذکرۂ صادقہ کو اس کا سچا مصداق بتایا ہے۔

تذکرہ کی فنی خوبیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ خاندان کی کیفیت اور تمام اہلِ خاندان کے حالات نہایت عمدگی سے تحریر کئے ہیں۔

اس تذکرہ کے فوائد کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: ''ان کی یہ کتاب نہایت مفید اور خاندان کے بقاء دوام کا عمدہ ذریعہ ہے''۔

تذکرہ اور اصحاب تذکرہ کی خصوصیت کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

''جس قدر یہ تذکرہ عبرت کا یقین دیتا ہے، اور جس قدر اس خاندان کے تمام واقعات انسان کی طبیعت کو متاثر کرتے ہیں، غالباً بہت کم ایسے تذاکر اور ایسے واقعات ہوں گے''۔

عروج وزوال کی تصویر پیش کرنے اور مرقع عبرت ونصیحت ہونے میں بھی تذکرہ کو منفرد بتایا ہے۔

اس کے بعد مولانا کے قلم سے خاندانِ صادق پور کے جاہ واقبال، علم وفضل اور دولت وثروت پھر عصر ابتلاء وتنزل کی تصویر سے متعلق انتہائی حسین ومؤثر جملے نکلے ہیں، اس موقع پر بھی انہوں نے تذکرہ کی تاثیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نصیحت آموزی کے علاوہ حالات کی تصویر کے سلسلے میں تذکرہ کی خوبی کا یوں اظہار کیا ہے:

''واقعی یہ کتاب اول سے آخر تک خاص خاص کیفیتوں اور حالتوں کا فوٹو پیش نظر کرتی ہے''۔

تبصرہ کے اختتام پر مولانا کے تین قطعات تاریخ درج ہیں، ایک فارسی میں اور دو اردو میں۔

پہلا قطعہ بڑا ہے، بقیہ دو چھوٹے، بڑے قطعہ کے بعض اشعار یہ ہیں:

تذکرہ یہ انہوں نے لکھا ہے جسکی تعریف میں زبان الکن

نقطۂ نظر ہے خالِ روئے بتاں — صفحہ صفحہ بیاضِ صبح چمن
واقعاتِ صحیح لکھے ہیں — جس میں کچھ بھی نہیں ہے جائے سخن
اس میں لکھا ہے حالِ صادقپور — جو کبھی تھا علوم کا گلشن
عالم وفاضل وادیب وحکیم — الغرض کاملوں کا تھا مخزن
شمع بزم کمال کہئے انہیں — جن سے بَیت العلوم تھا روشن
ایک خزاں لوٹ لے گئی سب کچھ — اب نہ وہ پھول ہیں نہ وہ گلشن

تصویر کا دوسرا رخ

تذکرۂ صادقہ کی جن تبدیلیوں اور خصوصیتوں کا میں نے اب تک ذکر کیا ہے، ان کو تصویر کا ایک رخ کہہ سکتے ہیں، لیکن ہر تصنیف کی طرح اس تذکرہ میں بھی کچھ باتیں ایسی ہیں جن پر کسی نہ کسی حیثیت سے نقد وجرح ہوسکتی ہے۔

مثلاً مصنف نے بعض تر جموں میں کشفِ قبور ومراقبہ کی بعض ایسی کیفیتوں کا ذکر کیا ہے، جومحل نظر ہیں۔

اسی طرح جماعت اہل حدیث کی انگریزوں کے ساتھ وفاداری اور ۱۸۵۷ء کے واقعات واحوال سے ان کی کنارہ کشی کا مسئلہ بھی ہے۔ مقام تعجب ہے کہ مصنف کو بیس سال تک جلاوطنی کی زندگی گزارنی پڑی، ان کا پورا محلّہ ان کی آنکھوں کے سامنے انگریزوں کے ظلم وستم کی داستان سنا رہا تھا، وہاں کے مکانات کو منہدم کر کے سرکاری عمارتیں بنادی گئی تھیں، داستان اہل صادقپور انگریز دشمنی کا عنوان سمجھی جاتی تھی، سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد کا رخ بنیادی طور پر انگریزوں کی طرف تھا، اور اسی لئے وہ لوگ اس تحریک سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کے جانی دشمن تھے، اور اس تحریک کا ہر فرد بھی انگریزوں کے یکسر خلاف تھا، پھر مصنف کے اس بیان کی تصدیق کیوں کر کی جاسکتی ہے کہ جماعت اہل حدیث انگریزوں کے خلاف شورش سے کسی بھی طرح کنارہ کش تھی، انگریزوں کے استبداد اور ظلم وتعدی سے بچنے کے لئے مصنف نے یہ اسلوب اختیار کیا ہوگا۔

مذکورہ امور علمی وتاریخی لحاظ سے محتاج نظر ہیں، لیکن اس مقالہ میں ان پر اظہار خیال بخوف طوالت ملتوی کیا جاتا ہے، کسی اور موقع پر ان پر اظہار خیال کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالی۔

تذکرۂ صادقہ کا تیسرا ایڈیشن

تذکرۂ صادقہ کے تعارف کی تکمیل کے بعد مجھے اس کا ایک ایڈیشن ۱۹۶۴ء کا چھپا ہوا ملا، اسے پٹنہ سے حضرت مولانا حکیم عبد الخبیر صاحب رحمہ اللہ نے نشر کیا ہے۔

اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں متعدد ضمیمے شامل کر کے بعض اصحاب تراجم کے سلسلہ میں مزید وضاحتیں پیش کی گئی ہیں۔

اضافوں میں مولانا حکیم عبد الحمید کا ایک عربی قصیدہ بھی ہے جو ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس منعقدہ شہر پٹنہ بتاریخ

رجب ۱۳۱۸ھ مطابق نومبر ۱۹۰۰ء پڑھا گیا تھا، اس کا پہلا شعر ہے:

لكم بُشریٰ وجاءَكم الوفودُ أتمَّ مُناكم الدهرُ العنودُ

قصیدہ کے کل اشعار کی تعداد ۶۴ ہے۔

دوسرا اضافہ وہ ضمیمہ ہے جو ص ۸۹ پر ڈاکٹر عظیم الدین مرحوم کی حیات پر ہے۔

ایک ضمیمہ ص ۱۲۱ پر مولانا اشرف علی ایم، اے اور مولانا امجد علی ایم، اے کے حالات سے متعلق ہے۔

ایک اضافہ ص ۱۴۲ پر مولانا محمد یوسف رنجور کے حالات سے متعلق ہے، اس اضافہ کے ایک مقام پر وضاحت ہے کہ اسے مولانا عبدالخبیر صاحب رحمہ اللہ نے بڑھایا ہے، قرین قیاس ہے کہ دیگر اضافے بھی مولانا موصوف ہی کے قلم سے ہوں گے، مگر کسی اضافہ میں اس کی تصریح نہیں ہے۔

ایک اضافہ ص ۱۶۸ پر بابت مولانا ولایت علی ہے۔

ایک اضافہ ص ۲۵۴ پر خود مولانا عبدالرحیم صاحب مؤلف تذکرۂ صادقہ کی بابت ہے۔

اختتام میں مزید تحقیق کے عنوان سے ایک اضافہ مولانا ولایت علی کی بابت اور دوسرا مولانا عبدالرحیم کی بابت ہے۔

ان اضافوں اور ضمیموں میں مفید تحقیقی باتیں، ضروری وضاحتی بیانات اور عبرت آموز نصائح درج ہیں، اور یہی اس اشاعت کی خصوصیت ہے۔

بعض مقامات پر مفید حواشی کا بھی اضافہ ہے، مثلاً ص ۱۶ پر نسب کی بابت حاشیہ جس میں زبیریت و ہاشمیت کا اثبات مزید ہے، یہ مولانا عبدالخبیرؒ کے قلم کا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اختتام پر لکھا ہے کہ اب یہ پیر نو دسال اس مسئلہ تاریخی کی مزید تحقیق ناظرین کرام کے لئے چھوڑتا ہے۔

تذکرۂ صادقہ کی اہمیت کا تقاضہ تھا کہ اس کو منظم علمی طور پر شائع کیا جاتا اور مزید وضاحتی بیانات سے اس کی افادیت بڑھائی جاتی، لیکن افسوس کسی مجبوری سے ناشر ایسا نہ کر سکے۔

مذکورہ اشاعت میں کئی ایسی کمی رہ گئی ہے جس سے اس طرح کے اہم سوانحی تذکرہ کو خالی رہنا چاہئے تھا:

۱- ٹائیٹل پر اور اس کے اندر بھی کتاب کا نام ''الدررالمنثو ر'' لکھا ہوا ہے، جو قواعد کے اعتبار سے بھی غلط ہے۔

۲- ان ٹائیٹل کی پشت پر جو تفصیلات درج ہیں ان کے ضمن میں لکھا ہے کہ کتاب کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا ہے، اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۶۴ء میں، جبکہ پہلا ایڈیشن ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا تھا، اور دوسرا ۱۳۴۲ھ میں۔

۳- مضامین کتاب کی فہرست نہیں دی گئی ہے۔

۴- اشعار اور دیگر قطعات تاریخ جو اخیر میں درج تھے، اور جن میں مولانا آزاد رحمہ اللہ کے بھی تین قطعات تھے، ان سب کو حذف کر دیا گیا ہے۔

☆☆☆

حج بیت اللہ ـــــ چند گزارشات

شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ

یہ حقیقت ہر پڑھے لکھے مسلمان کو معلوم ہے کہ حج اسلام کا پانچواں رکن ہے اور جو بالغ مسلمان مرد یا عورت شرعی قاعدہ کے مطابق اس کی استطاعت رکھتا ہے اس پر بلا تاخیر ایک مرتبہ حج کی ادائیگی ضروری اور لازم ہے، یہ بھی معلوم ہے کہ اسلام کا دوسرا رکن نماز اور تیسرا رکن روزہ دونوں جسمانی عبادت ہیں اور چوتھا رکن زکوۃ محض مالی عبادت اور حج مالی اور بدنی دونوں طرح کی عبادت ہے، اور اس میں جہاد بالنفس والمال اور ہجرت کے اوصاف وخصائص بھی پائے جاتے ہیں۔

احادیث نبویہ میں حج وعمرہ کے جو فضائل وثمرات بیان کئے گئے ہیں، حج وعمرہ سے متعلق اردو کتب ورسائل میں بالتفصیل مذکور ہوئے ہیں، حج کے مصالح اور حکم، اسرار ورموز پر بھی عربی اور اردو زبان میں مستقل طور پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ بھی لکھا جاتا رہے گا۔ نماز وروزہ اور زکوۃ کی طرح حج وعمرہ کے بھی آداب وقواعد اور قیود وشرائط، ارکان وفرائض، واجبات ومندوبات، مکروہات وممنوعات اور مفسدات ہیں، جن کو جانے اور سمجھے سیکھے بغیر حج صحیح طریقے پر ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ طلبہ وعلماء دین، فقہ وحدیث کی کتابوں میں کتاب الحج بار بار پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، لیکن مسائل پر کامل عبور اور ان کا صحیح احاطہ وفہم حج کی سعادت حاصل ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔

☆ دولت کے پجاریوں، کمیونسٹوں، ملحدین وبیشتر متنورین جو نام کے مسلمان ہیں ان کے سوا ہر خاص وعام مسلمان مرد وعورت کے دل میں بیت اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت کا بے پناہ جذبہ اور حج کی شدید تمنا ہوتی ہے، اگر حکومتوں کی طرف سے ان کے اپنے ملکی واقتصادی مصالح کی بنا پر حج کے سلسلہ میں کلی یا مختلف قسم کی جزئی پابندیاں نہ ہوں تو بشمول نفلی حج کرنے والوں کے فریضۂ حج ادا کرنے والے مردوں اور عورتوں کی تعداد میں ہر سال حیرت انگیز بلکہ اتنا اضافہ ہوتا رہے کہ حرمین شریفین کی موحد اور فرض شناس حکومت کے لئے اس بے مثل عظیم دینی اجتماع کا کما حقہ نظم کرنا اور سنبھالنا مشکل ہو جائے۔

☆ مسلمانان ہند کو جیسے کچھ مسائل درپیش ہیں اور ان کے ملی اور دینی علمی ادارے محض مالی کمزوری کی وجہ سے جس کسمپرسی میں مبتلا ہیں ان کے پیش نظر ہمارے نزدیک مستطیع مسلمانوں کا جو فرض حج ادا کر چکے اپنے دینی، علمی قومی مصارف

وضروریات میں اپنے زائد پیسوں کا خرچ کرنا بہ نسبت نفلی حج کے زیادہ اہم ہے، ان اہم ضروری اجتماعی مصارف میں حلال کمائی خرچ کرنے کا ثواب ان شاءاللہ نفلی حج کے ثواب سے کم نہیں ہوگا، کاش نفلی حج کے شائق سرمایہ دار مسلمانوں کو اس کا شعور یا احساس ہوتا۔

☆ رفتہ رفتہ حج کے معاملہ میں اکثر عازمین حج (الامن شاءاللہ) میں نام ونمود، شہرت طلبی، اسراف وتبذیر اور حج کے ضمن میں غیر مقصود جائز معمولی تجارت کا نہیں بلکہ بلیک اور اسمگلنگ کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کا یہ حج خالص شرعی عبادت باقی نہیں رہتا، بلکہ اسراف وتبذیر اور نام ونمود کے جذبہ کی وجہ سے محض سیر وسیاحت اور ناجائز تجارت کا ذریعہ بن کر رہ جاتا ہے، ان حجاج کا فضولیات میں ہزار ہاہزار بلکہ بعض کا لاکھ سے زائد رقم کا خرچ کر دینا اور حج کے لئے اتنی بڑی غیر ضروری رقم کی فراہمی کا انتظام کرنا، پھر بطور فخر کے ملنے جلنے والوں سے بیان کرنا کہ ہم نے حج میں اتنا اور اتنا خرچ کیا، شرعا وعقلا انتہائی معیوب، غلط اور قبیح وشنیع کام ہے۔

☆ پورا عرب یورپ، امریکہ، ایشیا (چین وجاپان وغیرہ ممالک) کی مصنوعات کی منڈی ہے، ان ملکوں کی غیر ضروری مصنوعات کی خرید میں مسلمانوں کا اپنی بڑی کمائی کا خرچ کر دینا نہ عقلا درست ہے نہ شرعا، کاش عازمین حج اس حقیقت کو سمجھیں۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو نیک سمجھ دے۔ حرمین کا تحفہ عرب کی صرف کھجوریں اور آب زمزم ہے، اپنے قرابت داروں، دوستوں، عزیزوں اور بزرگوں کے لئے یہی دو چیزیں بطور تحفہ کے کافی ہیں۔

☆ نماز، روزہ اور زکوۃ کی طرح حج کے کچھ مسائل میں مذاہب اربعہ کا باہمی اختلاف موجود ہے، کما لا یخفی علی من درس مسائل الحج والعمرۃ۔ علماء اہل حدیث محققین کے درمیان مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے۔

ایک عامی مسلمان عازم حج کو ان کے اختلاف میں دلچسپی نہیں لینا چاہئے اور نہ اس اختلاف سے گھبرانا چاہئے، بلکہ جس عالم کی تحقیق پر، اس کے ورع وتقوی اور تبحر فی العلم کی وجہ سے اس کو اطمینانِ قلب ہو اس پر عمل کرے اور کسی سے الجھ کر اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

☆☆☆

خطبۂ استقبالیہ

بموقع دہشت گردی کے خلاف کل جماعتی احتجاجی جلسہ

بمقام بنیا باغ میدان، شہر بنارس

بتاریخ: ۱۹/۱۰/اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار، ۱ربجے دن

بتاریخ ۱۹/۱۰/اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار دن میں ۲ربجے شہر بنارس کے وسط میں واقع بنیا باغ میدان میں مسلمانان بنارس نے دہشت گردی کے خلاف ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ منعقد کیا جس میں کثیر تعداد میں مسلمان شریک ہوئے، یہ جلسہ اس معنی میں کامیاب رہا کہ شہر بنارس میں تمام مکتب فکر کے علماء اور سردار صاحبان نے ایک آواز ہوکر مسلمانوں کے خلاف ہندوستان میں ہورہے ظلم وتشدد کے خلاف آواز بلند کی، مسلمانوں کی یہ یکجہتی اور اتحاد خوش آئند بات ہے اوران کی تشویش برمحل ہے، ضرورت ہے کہ ملی اتحاد کو مزید مضبوط کیا جائے اور پورے ہندوستان میں ایسی کوشش ہونی چاہئے کہ ہرمحاذ پر مسلمان اپنے مستقبل کے بارے میں مل جل کر سوچیں اوراپنے سودوزیاں کا جائزہ لیں۔

اس موقع پر جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا عبداللہ سعود صاحب نے جلسہ میں خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس میں ملک میں مسلمانوں کے حالات اوران پر ہورہے مظالم پر روشنی ڈالی ہے۔ جو ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

میرے بھائیو، بزرگو اور دوستو!

آج ہم سب ایک ایسے مسئلہ کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں جو ہم سب کے لئے بہت تشویش اور فکر کی بات بنتی جارہی ہے۔

ملک کے مختلف حصوں میں بم دھماکوں، دہشت گردی کے واقعات، مسلم نوجوانوں کی اندھا دھند گرفتاریاں اور مذہبی منافرت کے جنون نے ہندوستان کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگادیا ہے۔

گزشتہ ۶۰ ربرسوں کی تاریخ پرنظر ڈالی جائے تو آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کبھی فسادات میں اور کبھی دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں، خاص طور پرنوجوانوں کو بدترین ذلت اوراذیت کا شکار بنا کران کے حوصلے پست کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے۔

ان شہروں کو خاص نشانہ بنایا گیا جہاں مسلمان صنعتی ہنرمندی سے فائدہ اٹھا کر اقتصادی خوشحالی کی طرف بڑھ رہے تھے، ہمارے مدارس جہاں اخوت اور بھائی چارگی کی تعلیم دی جاتی ہے، دہشت گردی کا اڈہ اور علماء کرام کو دہشت گرد کہا گیا اور اب جدید تعلیم یافتہ ہنرمند مسلم نوجوانوں کو دہشت گردی اور بم دھماکوں کے نام پرنشانہ بنایا جارہا ہے۔

دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کے خلاف منظّم مہم اور بم دھماکوں کی آڑ میں مسلم نوجوانوں کی گرفتاریوں سے پوری ملت سخت تشویش میں مبتلا ہے، اور ملک میں پھیل رہی دہشت گردی مسلمانوں کے لئے ایک سنگین مسئلہ بن گئی ہے، کیونکہ مسلمانوں پر کئی طرف سے مار پڑ رہی ہے، ایک طرف مسلمان فرقہ پرست طاقتوں کے نشانے پر ہیں، تو دوسری طرف سیکورٹی ایجنسیز اور انٹیلی جنس نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کررکھا ہے اور اسی کے ساتھ انصاف کے معاملہ میں حکومت کا رویہ ہمیشہ دوہرا رہا ہے، دہشت گردی کی تشریح کیا ہے حکومت کو اس کی وضاحت کرنی چاہئے؟

کیا فرضی مڈبھیڑ دہشت گردی نہیں ہے؟ کیا فسادات میں مسلمانوں کو زندہ جلانا دہشت گردی نہیں ہے؟ کیا ملک کے مختلف حصوں میں گھروں، مسجدوں اور گرجا گھروں کو آگ لگانا دہشت گردی نہیں ہے؟ اگر یہ دہشت گردی ہے تو پھر حکومت اور سیکورٹی ایجنسیوں کی صرف بم دھماکوں پر مستعدی اور دیگر دہشت گردانہ وارداتوں سے چشم پوشی کیا معنی رکھتی ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ ملک میں دہشت گردی پھیل رہی ہے جو ملک کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے وجود اور بقاء کے لئے سنگین مسئلہ بن گئی ہے، یہ دہشت گردی کیوں ہورہی ہے اور یہ حرکتیں کون کررہا ہے؟ انصاف اور حقیقت پسندی کے ساتھ اس کا پتہ لگانے کی ضرورت ہے اور اس کی روک تھام کے لئے اس کے تہہ تک جانے کے لئے ہم سب کو حکومت کا ساتھ دینا چاہئے۔

صرف شک کی بنیاد پر کسی فرقہ کو نشانہ بنانا اور شبہ کی بنیاد پر کسی معصوم اور بے گناہ کو اٹھانا کہاں سے صحیح ہوسکتا ہے؟ آج دہشت گردی اور بم دھماکوں کے نام پر مسلم نوجوانوں کی اندھادھند گرفتاریوں نے ایسی سنگین صورت حال پیدا کردی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔

ابھی زیادہ دن نہیں گذرا جب ہمارے شہر بنارس کے ایک عالمی شہرت یافتہ ادارہ کے ایک استاذ کو جے پور بلاسٹ سے

جوڑ کر اٹھایا گیا تھا، جامعہ سلفیہ کے استاذ مولانا عبدالمتین ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جس گھرانے کی حب الوطنی کی تاریخ گذشتہ کئی سو سالوں سے نمایاں رہی ہے اور مولانا عبدالمتین سے یہاں کا بچہ بچہ واقف ہے۔

ابھی صرف شک کی بنیاد پر مولانا کو اٹھایا گیا تھا اُدھر ہمارے میڈیا والوں نے ان کو دہشت گرد کے نام سے جوڑ دیا۔ اور نہ جانے ان کو بے عزت کرنے کے لئے کیسی کیسی کہانیاں گڑھی گئیں۔ اس موقع پر میں اس شہر کے باشندوں کو شاباش کہتا ہوں جنہوں نے اس شہر کی رنگا رنگ تہذیب کو روشن کیا اور ایک ایسی یکجہتی اور اپنی بیداری کا ثبوت دیا جو اس شہر بنارس کی تاریخ رہی ہے اور جس نے ہندوستان میں ایک مثال قائم کی ہے۔

مسلمانو! اپنے عمل سے ثابت کردو کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں، ہمارا مذہب اسلام سلامتی کا مذہب ہے، ہم مسلمانان بنارس اس شہر کو ایک مثالی شہر دیکھنا چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ شہر پھلے پھولے اور ترقی کرے اور باہر سے آنے والے یاتری بے خوف ہو کر یہاں آئیں، ملک کے دشمن ہم کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں، ہمارے اندر نفرت ڈالنا چاہتے ہیں، اگر ہم اسی طرح متحد ہو کر اپنی آواز بلند کریں گے تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارا بُرا چاہنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

آج میڈیا کا دور ہے، اخبارات اور ٹیلی ویژن ملک کی تصویر بدل رہے ہیں، ان پر جو ذمہ داری ہے انہیں اس کا احساس ہونا چاہئے، عدالت ایک قاتل کو اس وقت تک قاتل کہنے سے روکتی ہے جب تک اس پر قتل کرنا ثابت نہ ہو جائے، مگر ہماری میڈیا والے جہاں کوئی مسلمان گرفتار ہوا، کوئی مولوی پکڑا گیا، میڈیا میں آجاتا ہے دہشت گرد پکڑا گیا، اسی میں ہمارے مولوی عبدالمتین صاحب بھی تھے، مگر لمبی تفتیش کے بعد کچھ نہ ملا اور مولانا کو چھوڑ دیا گیا تو یہ ان کے لئے کوئی دلچسپی کی خبر نہ بنی۔

افسوس ہے ایسی رپورٹنگ پر جہاں سے تعصب اور ناانصافی کی بو آتی ہو۔

میں بہت صفائی سے کہنا چاہوں گا کہ حق اور انصاف کی بات کیجئے، اگر انصاف نہیں بچے گا تو ہمارا ملک کا کیا ہوگا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اخباروں میں یہ بھی خبر آئی کہ عدالت میں عوام کی نمائندگی کرنے والے وکلاء حضرات نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم دہشت گرد کی وکالت نہیں کریں گے، بہت اچھا جذبہ ہے، مگر میں ان کو یاد دلانا چاہوں گا کہ کس دہشت گرد کی آپ پیروی نہیں کریں گے؟ اس دہشت گرد کی پری بھاشا کیا ہے؟ کیا جس کو پولیس پکڑ کر پیش کردے وہ دہشت گرد ہو گیا؟ کیا جس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو وہ دہشت گرد ہو گیا؟ جو صرف شک اور شبہ کی بنیاد پر گرفتار کر لیا گیا وہ دہشت گرد ہو گیا؟ آخر آپ کس عدالت کے وکیل ہیں؟

جب بابائے قوم مہاتما گاندھی کے قاتل جو رنگے ہاتھ پکڑا گیا تھا اس کی وکالت ہو سکتی ہے، ملک کی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے قاتل کی وکالت ہو سکتی ہے، ملک کے وزیر اعظم راجیو گاندھی کو بم سے اڑانے والے کی وکالت ہو سکتی ہے تو ایک

بے گناہ اور شک کی بنیاد پر گرفتار شخص جس کو پولیس دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کرے اس کی وکالت کیوں نہیں ہوسکتی؟ یہ آپ کون سی ''مان سکتا'' کی دلیل پیش کررہے ہیں؟

میرے بھائیو! دہشت گردی کو بڑھاوا مت دو، اس ملک میں امن وسکون پیدا کرنے کے لئے انصاف کے علمبردار بنو، مذہبی نفرت اور تعصب اس ملک کو برباد کردے گا۔

آج ہم کو دہشت گرد اس لئے کہا جارہا ہے کہ ہم مسلمان ہیں، ہماری داڑھی دہشت گردی کی علامت ہے۔ ہمارے دینی مدارس جہاں مروت اور بھائی چارگی کی تعلیم ہوتی ہے دہشت گردی کے اڈے ہیں۔

آخر اس الزام اور نفرت کی کوئی حد ہے۔

میرے بھائیو، بزرگو اور دوستو!

آج کا یہ عظیم الشان اجتماع رابطہ کمیٹی مدارس عربیہ شہر بنارس کی طرف سے بلایا گیا ہے جس میں تمام مکتب فکر کے علماء شریک ہیں، اور ہمارے بزرگ، سردار اور مہتو صاحبان اس کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

آپ لوگ یہاں ایک آواز پر تشریف لائے ہیں، تمام علماء، سردار اور مہتو صاحبان کی طرف سے تمام حاضرین کا تہہ دل سے استقبال کرتا ہوں اور آپ سے کہنا چاہوں گا کہ آپ سب آپسی اختلافات کو بھول کر ایک جان اور ایک آواز ہوجائیے، محبت اور بھائی چارہ کو بڑھائیے جو ہمارے اسلام کا شعار ہے، اسی میں ہماری بھلائی ہے، اسی میں ہماری ترقی ہے اور اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

یہ ملک ہمارا ہے، ہم نے اس کو آزاد کرایا ہے، اس ملک میں آزادی کی آواز ہمیں نے اٹھائی تھی، ہمارے علماء کی اس ملک کو بچانے میں ایک لمبی تاریخ ہے، اُسی قومی جذبہ کے تحت ملک کے مفاد کی خاطر اپنے ان بھائیوں کے لئے اٹھ کھڑے ہوئیے جو آج ستائے جارہے ہیں، جن کو جھوٹے کیسوں میں پھنسایا جارہا ہے، ان شاء اللہ ہماری یکجہتی اور متحدہ آواز بیکار نہیں جائے گی۔ ہم پہلے بھی کامیاب ہوئے ہیں، آج بھی کامیاب ہوں گے اور آئندہ بھی کامیاب ہوں گے۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون ان كنتم مؤمنين ﴾ (آل عمران:۱۳۹)
تم پست ہمت نہ ہو، غمگین نہ ہو تمہیں سربلند رہوگے بشرطیکہ تم مومن بن جاؤ۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

☆☆☆

عہدے اور منصب کا اسلامی تصور

مولانا اسعد اعظمی/ استاذ جامعہ سلفیہ

(۴-۴)

منصب قضا سے اجتناب کے چند واقعات:

قضا کے بارے میں اوپر جو حدیثیں ذکر کی گئیں ان میں سے بعض میں قضا کے بارے میں جو سخت باتیں کہی گئی ہیں ان کی وجہ سے بہت سے ائمہ وعلماء اس منصب سے غایت درجہ دور رہتے اور اس سے حتی المقدور پرہیز کرتے تھے، اس سلسلے کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

حیوۃ بن شریح کو مصر کے منصب قضا پر فائز کرنے کے لئے بلایا گیا، حاکم وقت نے جب ان کے سامنے اس منصب کو قبول کرنے کی پیشکش کی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا، اس پر حاکم نے تلوار منگائی، حیوۃ بن شریح نے جب یہ دیکھا تو ایک کنجی اپنے پاس سے نکال کر حاکم کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ میرے مکان کی کنجی ہے اسے لو، اب میں اپنے رب سے ملاقات کا مشتاق ہوں، حاکم نے ان کا یہ عزم دیکھ کر ان کو چھوڑ دیا۔(۱)

امام نوویؒ حضرت ابوذر والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ’’ولكن فى الدخول فيها (اى فى الولاية) خطر عظيم ولذلك امتنع الاكابر منها، فامتنع الشافعى لما استدعاه المأمون لقضاء الشرق والغرب، وامتنع منه أبوحنيفة لما استدعاه المنصور فحبسه و ضربه، والذين امتنعوا من الأكابر جماعة كثيرون۔‘‘(۲)

یعنی منصب سے جڑنا بہت بڑے خطرے کی چیز ہے، اسی لئے بڑے بڑے علماء اس سے پرہیز کرتے تھے، چنانچہ امام شافعی کو جب مامون نے مشرق ومغرب کے منصب قضا کے لئے طلب کیا تو انہوں نے اسے قبول نہ کیا، امام ابوحنیفہ کو منصور نے طلب کیا، ان کو قید کیا، سزا دی مگر انہوں نے اس منصب کو قبول نہ کیا، اس کے علاوہ عہدہ قبول نہ کرنے والے اکابرین کی بڑی تعداد ہے۔

مشہور مفسر قاضی بیضاوی کے بارے میں بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ منصب قضا حاصل کرنے کے لئے بیضاوی صاحب نے شیخ محمد بن محمد کتتائی سے بادشاہ کے یہاں سفارش کی درخواست کی، شیخ نے بادشاہ کے سامنے ان

(۱) فقہ السنۃ: ۳/۲۱۷

(۲) ظفر اللاضی ص: ۲۸ وانظر ایضا النووی علی مسلم: ۱۲/۲۴۶-۲۴۷

الفاظ میں ان کے لئے سفارش کی:

''إن هذا الرجل عالم فاضل، يريد الاشتراك مع الامير فى السعير، يعنى أنه يطلب منكم مقدار سجادة فى النار، وهى مجلس الحكم''

یہ شخص عالم فاضل ہے اور آنجناب کے ساتھ جہنم میں داخلہ چاہتا ہے۔یعنی آپ سے جہنم میں مصلی بھر کی جگہ۔جتنے میں بیٹھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے-کا طالب ہے۔

شیخ کے اس جملے سے امام بیضاوی بہت متاثر ہوئے اور تمام دنیوی مناصب ترک کردیا، اور تاعمر تبریز میں شیخ کی مصاحبت میں رہے۔(۳)

ایک دوسرے مورخ صاحب روضات الجنات نے سفارش کرنے والے شیخ کا نام خواجہ محمد کنجانی لکھا ہے اور ان کی سفارش کے الفاظ اس طرح نقل کیا ہے:''إن استدعائی من حضرة الملك فى هذه الليلة ان يقطع قطعة من رباع جهنم لشخص كان يتوقعها من جنابك''(۴)

نواب صدیق حسن خاں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''شیخ علی متقی نے جب کتب سنت میں عدل وانصاف کے فضائل کو دیکھا تو چاہا کہ خدمت عدالت اختیار کریں، بادشاہ گجرات کو جب ان کے ارادہ کا علم ہوا تو انہیں حاکم عدالت متعین کردیا، بہت جلد عملہ کی رشوت ستانی کی وجہ سے ان پر رشوت ستانی کی تہمت لگی، بادشاہ کو خبر ہوئی لیکن یقین نہ کیا، اس لئے کہ بادشاہ ان کے متعلق اعتقاد عظیم رکھتا تھا، شیخ کو اس مخبری کا بالکل علم نہ تھا، وہ غافل اور بے خبر تھے، جب زیادہ شہرت ہوئی تو شیخ نے بھی سنا اور بندوبست کیا کہ یہ دروازہ بند ہوجائے، مگر لوگ کب دست کش ہوسکتے تھے، ناچار ایک دن وہ دیوان حکومت سے اپنا عصا لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہہ کر بھاگ گئے کہ دین ودنیا جمع نہیں ہوسکتے۔ ہر چند کہ بادشاہ نے عذر کیا اور اس گمان کی تکذیب کی، لیکن شیخ نے پھر سے اس عہدہ کو قبول نہ فرمایا''۔(۵)

نواب صدیق حسن خاں خود اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں نے کسب رزق کے لئے قضاء، افتاء، امامت، تأذین یا وعظ وغیرہ کسی شرعی منصب کو اختیار نہیں کیا، بلکہ نوکری چاکری کو ذریعہ معاش بنایا، کارہائے سرشتہ میں نوکری اختیار کی، اور اس وسیلہ سے جاگیر پائی، کیونکہ میں اپنے آپ کو خدمات مذکورہ کے ادائے حقوق سے بالکل قاصر پاتا تھا، اور میرے دین نے بھی مجھے اجازت نہ دی کہ ایسا کام اختیار کروں جس میں

(۳)كشف الظنون ۱/۱۶۲

(۴)روضات الجنات ص:۴۵۵)

(۵)ابقاء المنن بالقاء المحن ص:۲۳۸

دین کی خرابی اور آخرت کی بربادی ہو، ہمارے سلف جنہیں دین میں مرتبہ امامت حاصل تھا اور اعلی درجہ کا تقوی رکھتے تھے، انہوں نے ہمیشہ ان مناصب کے اختیار کرنے سے احتراز کیا، اور ملوک وسلاطین اسلام کے تشدد اور تکلیف دہی کے باوجود ان خدمات کو قبول نہ کیا.........‘‘(۶)

عبداللہ بن وہب کے بارے میں آتا ہے کہ خلیفہ نے ان کو مصر کا قاضی مقرر کیا تو وہ اپنے گھر میں نظر بند ہو گئے، ایک روز کسی شخص نے ان کو دیکھ لیا تو کہا کہ اے ابن وہب! آپ کیوں نہیں اپنے گھر سے نکلتے اور لوگوں کے درمیان کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرتے؟ انہوں نے جواب دیا: ’’أما علمت أن العلماء يحشرون مع الانبياء و القضاة مع السلاطين ؟‘‘ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ علماء کا حشر انبیاء کے ساتھ ہوگا اور قاضیوں کا بادشاہوں کے ساتھ؟(۷)

ایک اشکال:

متذکرہ بالا حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ منصب طلب کرنا اچھی چیز نہیں، حتی کہ طلب کرنے والے کو منصب دینا بھی نہیں چاہئے، لیکن قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں آیا ہے کہ انہوں نے مصر کے بادشاہ سے کہا تھا۔(اجعلني على خزائن الأرض إني حفيظ عليم){سورۃ یوسف:۵۵}

آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے، میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔

علمائے اسلام نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے ہیں:

نواب صدیق حسن خاں عہدہ طلب کرنے کی ممانعت اور عہدہ کے طالب کو عہدہ نہ دینے کی ہدایت کے اسباب وغیرہ بیان کرنے کے بعد ابن التین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ (ممانعت وغیرہ) غالب پر محمول ہوگی ورنہ یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ (اجعلني على خزائن الأرض) اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا (وهب لي ملكا) (سورہ ص:۳۵) اور ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ممانعت وغیرہ غیر انبیاء کے لئے ہو۔

اس کے بعد امام شوکانیؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ انبیاء کو گناہوں سے محفوظ ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر اعتماد ہوتا تھا۔ مزید یہ کہ ہماری شریعت میں جو چیز ثابت ہے اس پر دوسری شریعت کی چیزوں سے اعتراض نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی شریعت میں منصب طلب کرنا جائز رہا ہو۔ رہا سلیمان علیہ السلام کا سوال تو محل نزاع سے خارج ہے کیونکہ مخلوق سے طلب کرنے سے متعلق بحث ہے، خالق سے طلب کرنے سے نہیں، اور حضرت سلیمان نے خالق سے طلب کیا تھا۔(۸)

(۶) ابقاء المنن ص:۲۱۸-۲۱۹ (۷) ظفر اللاضی، ص:۴۱

(۸) ظفر اللاضی۔ص:۱۱

شیخ عبدالرحمٰن سعدی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب خود اسی آیت کے اس ٹکڑے میں ہے (إنی حفیظ علیم) چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی مصلحت کے پیش نظر منصب طلب کیا تھا جس کو کوئی دوسرا پورا نہیں کرسکتا تھا، ان کے اندر حفاظت کا مکمل طور سے ملکہ تھا اور خزانہ سے متعلق تمام تفصیلات کا علم تھا، مثلا بہتر طریقے سے اس کا حصول، بہتر طریقے سے خرچ اور ساتھ ہی عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا، حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بادشاہ نے ان کو اپنا خصوصی مشیر بنالیا ہے اور ان کو بلند مقام ومرتبہ عطا کرکے دوسروں پر فوقیت دی ہے تو انہوں نے محسوس کیا کہ بادشاہ اور رعایا دونوں کی خیرخواہی میرے اوپر واجب ہے جس کی خاطر اس منصب کا حصول متعین ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب خزانہ کی ذمہ داری سونپ دی گئی تو انہوں نے زراعت کو ترقی دینے کی بھرپور کوشش کی اور پورے مصر میں ایک کنارہ سے لے کر دوسرے کنارے تک کوئی قابل کاشت زمین ایسی نہیں تھی جس میں پورے ساتوں سال فصل نہ اگایا ہو، پھر غلہ کو انتہائی عجیب طریقے سے محفوظ رکھا اور جب قحط پڑا اور لوگوں کو راشن کی ضرورت ہوئی تو پورے انصاف کے ساتھ لوگوں کو غلہ فراہم کرنے کی کوشش کی اور تاجروں کو غلہ خریدنے سے روک دیا تاکہ ضرورت مندوں کو کوئی پریشانی نہ ہو، اس طرح ان کے منصب کی وجہ سے ایسی مصلحتیں اور منفعتیں متحقق ہوئیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔(۹)

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

عام حالات میں اگرچہ عہدہ ومنصب کی طلب جائز نہیں ہے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اقدام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص حالات میں اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ قوم اور ملک کو جو خطرات درپیش ہیں اور ان سے نمٹنے کی اچھی صلاحیتیں میرے اندر موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں تو وہ اپنی اہلیت کے مطابق اس مخصوص عہدے اور منصب کی طلب کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت یوسف علیہ السلام نے تو سرے سے عہدہ ومنصب طلب ہی نہیں کیا، البتہ جب بادشاہ مصر نے انہیں اس کی پیشکش کی تو پھر ایسے عہدے کی خواہش کی جس میں انہوں نے ملک اور قوم کی خدمت کا پہلو نمایاں دیکھا۔(۱۰)

انصاف ور اور اہل ذمہ داروں کے فضائل:

اپنے عہدے کی ذمہ داریاں پوری کرنے والے اور انصاف سے کام کرنے والے منصب داروں کے فضائل کے بیان پر مشتمل چند حدیثیں ملاحظہ ہوں:

۱– عن عیاض بن حمار رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: أهل الجنة ثلاثة: ذوسلطان مقسط موفق، ورجل رحیم رقیق القلب لکل ذی قربی و مسلم. و عفیف متعفف ذوعیال''(۱۱)

---

(۹) بہجۃ قلوب الابرار، ص:۱۱۴

(۱۰) تفسیر احسن البیان، ص:۵۸۹

(۱۱) رواہ مسلم۔

یعنی جنتی تین قسم کے لوگ ہیں: ایک انصاف ور باتوفیق حاکم، دوسرا وہ رحم دل آدمی جو ہر قرابت دار اور ہر مسلمان کے ساتھ نرم دلی کرتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو بال بچوں والا ہے مگر پاکباز اور پرہیز کرنے والا ہے۔ (لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا)

۲ – عن أبی ھریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "ثلاثة لا یردالله دعاء ھم: الذاکر الله کثیرا، والمظلوم، والامام المقسط"(۱۲)

تین قسم کے لوگوں کی دعائیں رد نہیں ہوتیں، اللہ کو زیادہ کرنے والے کی، مظلوم کی، اور انصاف ور حاکم کی۔

۳ – عن عبدالله بن عمروبن العاص رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "ان المقسطین عندالله علی منابر من نور، الذین یعدلون فی حکمهم فی أھلیهم و ماوُلّوا" (۱۳)

انصاف کرنے والے اللہ کے یہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل وعیال اور ماتحتوں میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔

٤ – عن أبی ھریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله، امام عادل............" (۱۴)

سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سایے کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا، ان میں پہلا وہ حاکم و ذمہ دار ہے جو منصف ہو۔

نیک اہل منصب کے اثرات:

جب منصب نیک اور اہل لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ پوری دیانتداری اور انصاف سے اس کو نبھاتے ہیں تو رعایا اور ماتحتوں پر بھی اس کے اچھے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، عہد نبوی، خلافت راشدہ، خلافت عمر بن عبدالعزیز وغیرہ اس کی واضح مثالیں ہیں، اس کے برعکس جب عہدے اور مناصب نااہلوں، کمزوروں اور غیر ذمہ دار لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں تو لوگ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور انتشار و بدامنی کا دور دورہ ہوتا ہے، عوام اور ماتحتوں میں بھی بے ایمانی، رشوت خوری اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری ہوتی ہے۔

حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ غزوہ قادسیہ کے موقع پر فارس کو فتح کرنے کے بعد جب کسریٰ کے محل میں داخل ہوئے تو محل کا سارا خزانہ لے کر خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، یہ خزانہ جب حضرت عمر کے پاس پہنچتا ہے تو آپ اس کو اٹھا اٹھا کر الٹ پلٹ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''یقیناً جن لوگوں نے اتنا سب بھیج دیا وہ امانت دار لوگ ہیں''، اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفیۃ المسلمین سے جو کچھ کہا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ کہتے

(۱۲) رواہ البیہقی، صحیح الجامع الصغیر: ۳۰۶۴ (۱۳) رواہ مسلم
(۱۴) متفق علیہ

ہیں: ''لقد عففت فعفت رعيتك، ولو رتعت لرتعت'' یعنی اے امیر المؤمنین! آپ پاک دامن رہے تو آپ کی رعایا بھی پاکدامن رہی، اگر آپ چرنے لگتے (بددیانتی کرتے) تو رعایا بھی ویسا ہی کرتی۔ اس کے بعد حضرت عمر نے وہ سارا خزانہ مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔ (۱۵)

خود حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: '' إن الناس لا يزالون مستقيمين ما استقامت لهم أئمتهم وهداتهم'' (۱۶)

لوگ اس وقت تک راہ راست پر رہیں گے جب تک ان کے حکام اور رہنما راہ راست پر رہیں گے۔

حضرت عمر ہی کا یہ فرمان بھی ہے: ''الرعية مؤدية الى الإمام ما أدى الإمام إلى الله، فان رتع الإمام رتعوا'' رعایا حاکم کو اس کا حق ادا کرتی رہے گی جب تک حاکم اللہ کو اس کا حق ادا کرتا رہے گا، اور جب حاکم چرنے لگے گا تو رعایا بھی چرنے لگے گی۔ (۱۷)

حضرت عمر کا یہ معمول تھا کہ جب لوگوں کو کسی چیز سے روکنا ہوتا تو پہلے اپنے گھر والوں کو تنبیہ کرتے اور کہتے کہ اگر تم لوگوں میں سے اس ممنوعہ کام کا ارتکاب کرتے ہوئے کسی کو پاؤں گا تو اس کو دوہری سزا دوں گا۔ (۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں جب پتہ چلتا کہ ان کے مقرر کردہ کسی والی نے ظلم کیا ہے تو فرماتے:

''اللهم إني لم آمرهم ان يظلموا خلقك اويتركو حقك'' (۱۹)

اے اللہ میں نے انہیں حکم نہیں دیا تھا کہ تیری مخلوق پر ظلم کریں یا تیرا حق چھوڑیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

اہل مناصب مثل بازار کے ہیں اور بازار میں جو چیز چلتی ہے وہی (فروخت کے لئے) لائی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا کہنا ہے۔ اب اگر وہاں سچائی، نیکی، عدل اور امانت کا چلن ہوگا تو یہی چیزیں وہاں لائی جائیں گی، اور اگر وہاں جھوٹ، برائی، ظلم اور خیانت کا دور دورہ ہوگا تو یہی سب وہاں لایا جائے گا۔ (۲۰)

اہل منصب کے لئے کچھ ہدایتیں، دعائیں، وعدے اور وعیدیں:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر موضوع سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ حدیثیں پیش کردی جائیں جو اہل منصب کے لئے دعاؤں، ہدایتوں اور وعدوں ووعیدوں پر مشتمل ہیں، یہ حدیثیں اہل منصب کے لئے رہنما خطوط کی حیثیت رکھتی ہیں، اور منصب کی نزاکت کو بیان کرتے ہوئے منصب والوں کو ہمیشہ محتاط رہنے اور اپنا محاسبہ کرتے رہنے کی ایک طرح

(۱۵) مناقب عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص:۹۱
(۱۶) جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر: ۱۸۵/۱، طبقات ابن سعد: ۲۹۲/۳
(۱۷) طبقات ابن سعد: ۲۹۲/۳
(۱۸) طبقات ابن سعد: ۲۸۹/۳
(۱۹) السیاسۃ الشرعیۃ، ص:۲۹
(۲۰) السیاسۃ الشرعیۃ، ص:۲۹

سے تاکید کرتی ہیں:

۱-عن ابن عمر رضی الله عنه عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "كلكم راع و كلكم مسؤول عن رعيته: الامام راع ومسؤول عن عيته، والرجل راع فی أهله ومسؤول عن رعيته، والمرأة راعية فی بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها، والخادم راع فی مال سيده و مسؤول عن رعيته، وكلكم راع ومسؤول عن رعيته۔"(۲۱)

ترجمہ: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، حاکم (اپنی رعایا کا) ذمہ دار ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، آدمی اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے، اس سے اس کی رعایا (اہل خانہ) کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اس سے اس کی متعلقہ چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا، ملازم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

۲ – عن ابی يعلى معقل بن يسار رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "ما من عبد يسترعيه الله رعية يموت يوم يموت و هوغاش لرعيته الاحرم الله عليه الجنة" (۲۲)وفی رواية: "فلم يحطهابنصحه لم يجدرائحة الجنة، "

وفی رواية لمسلم: "ما من أمير يلی امور المسلمين ثم لا يجهد لهم و ينصح لهم إلا لم يدخل معهم الجنة"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی رعیت کی رکھوالی جس آدمی کے سپرد کرے اور وہ انہیں دھوکہ دیتے ہوئے مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ: ''...اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ: ''جو حاکم بھی مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنے پھر وہ ان کے مسائل کے حل کے لئے بھرپور کوشش اور ان کی خیر خواہی نہ کرے تو ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔''

۳ – عن عائشة رضی الله عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فی

(۲۱) متفق علیہ (۲۲) متفق علیہ

بيتى هذا: "اللهم من ولي من أمر امتى شيئا فشق عليهم فاشقق عليه، ومن ولى من أمر امتى شيئا فرفق بهم فارفق به"(٢٣)

ترجمہ: اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے پھر وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔

٤- عن عائذ بن عمرو رضى الله عنه أنه دخل على عبيدالله بن زياد فقال: أى بُنَيَّ إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إن شرالرعاء الحطمة" فإياك أن تكون منهم۔ (٢٤)

ترجمہ: حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''بدترین حاکم وہ ہیں جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔'' پس تو اس سے بچ کہ ان میں سے ہو۔

٥- عن أبى مريم الأزدى رضى الله عنه أنه قال لمعاوية رضى الله عنه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من ولّاه الله شيئا من أمور المسلمين فاحتجب دون حاجتهم دخلتهم و فقرهم احتجب الله دون حاحته وخلته و فقره يوم القيامة" فجعل معاوية رجلا على حوائج الناس۔ (٢٥)

ترجمہ: حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کچھ امور کا ذمہ دار بنائے اور وہ ان کی ضرورتوں، حاجتوں اور فقر کے درمیان آڑے آجائے (یعنی انھیں پورا نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس شخص کی حاجت وضرورت اور فقر کے درمیان آڑے آجائے گا۔ پس حضرت معاویہ نے (یہ حدیث سن کر) ایک آدمی کو لوگوں کی حاجات معلوم کرنے کے لئے مقرر فرما دیا۔

٦-عن بريدة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:" من استعملناه على عمل فرزقناه رزقا فما أخذ بعد ذلك فهو غلول" (٢٦)

ترجمہ: جس شخص کو ہم نے کسی کام پر مقرر کیا اور اس پر اس کی تنخواہ مقرر کر دی تو اس کے علاوہ وہ جو کچھ لے گا وہ خیانت ہوگی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ تمام ذمہ داروں کو اسلام کی ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



(۲۳) رواہ مسلم
(۲۴) متفق علیہ
(۲۵) رواہ ابوداود والترمذی والحاکم، صحیح الجامع: ۶۵۹۵
(۲۶) رواہ ابوداود والحاکم، صحیح الجامع: ۶۰۲۳

حج کے مقاصد

مولانا عبدالرحیم ریاضی/استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

مذہب اسلام اللہ کا پسندیدہ اور بندوں کے لئے منتخب شدہ مذہب اوراس کی تعلیمات بھی پاکیزگی اورروحانیت کا مظہر ہیں ارکان اسلام کی یہ خصوصیت نمایاں ہے کہ ہر رکن روحانیت وطہارت نفس کی ترغیب دینے اوراس پر گامزن کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، حج بھی اسلام کا ایک رکن ہے اورانہی اعلی مقاصد کے حصول کی خاطر اللہ تعالی نے اسے ہراس مسلمان پر فرض قرار دیا ہے جو بیت اللہ الحرام تک جانے کے تمام وسائل رکھتا ہواوراسے حج ادا کرنے کی مکمل استطاعت ہواور حج کے لئے نکلنے سے قبل اپنے سفر کے ایام میں اپنے اہل خانہ کے گذر بسر کا بھی انتظام کرسکے۔

اگر ہم حج کے ارکان وافعال پرغور کریں تو دیکھیں گے کہ حج نہایت اعلی اخلاقی قدروں اور بلندترین روحانی مسرتوں کے حصول کے لئے فرض قرار دیا گیا ہے، آیئے ذراان مقاصد پر نظر کریں تاکہ ہم ان سے بصیرت حاصل کریں اوراپنے اعمال کوان مقاصد کے حصول کومدنظر رکھتے ہوئے انجام دے سکیں۔ جب عازم حج توشۂ سفر اکٹھا کرتا ہے تواس کے پیش نظر یہ بات رہتی ہے کہ اس کی تیاری اورزادراہ حلال کمائی سے جمع کیا ہوا ہو، کیونکہ حرام مال خرچ کرکے کی گئی عبادت اللہ تبارک وتعالی قبول نہیں فرماتا ہے۔لہذااس کی یہ تیاری اوراستعداداسے آخرت کے لئے توشہ اندوزی کی بھی یاددلائے اورتقوی شعاری کواپنا شیوہ بنائے۔

تیاری کی ابتداء میں جو چیزیں سب سے اولین ترجیح پاتی ہیں ان میں سے ایک چیز احرام کی چادریں بھی ہیں جوکفن سے مشابہ ہوتی ہیں احرام خریدتے وقت حاجی یہ بھی ذہن نشین رکھے کہ ایک دن اسے ایسی ہی چادروں میں لپیٹ کر قبر کے حوالے کردیا جائے گا، لہذااسے کفن اورآخرت کی یادبھی دل میں اتارنی چاہئے تاکہ معاصی اور گناہ سے خودکودور رکھ سکے اور اس کونیکیوں کی طرف سبقت کا جذبہ پیدا ہو۔

ساری تیاریاں مکمل کرلینے کے بعد سفرحج کا مرحلہ آتا ہے حج کا یہ سفرآخرت کے سفر کی یاددہانی کا ذریعہ ہے، دنیا کودار عمل سمجھ کرآخرت کی تیاری کی فکر کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے۔ پھر جب حاجی میقات پر پہونچ کر احرام باندھ لیتا ہے اورتلبیہ پکارتا ہے تو دراصل وہ اللہ کی نداء پر لبیک کہتا ہے جس نے اس حج کی دعوت دی ہے اوراس پر حج فرض کیا ہے۔لہذا کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس کا لبیک کہنا اللہ کی دعوت پر حاضر ہونا اللہ کے یہاں مقبول ہومسترد نہ کردیا جائے، سلف صالحین رحمھم اللہ اس بات کا خاص اہتمام کرتے تھے کہ ان تلبیہ پکارنا اللہ کی دعوت پر لبیک کہنا شرف قبولیت سے نوازا جائے چنانچہ سفیان بن عیینہ رحمۃ

اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے حج کیا تو جب احرام باندھ چکے اور چاہا کہ تلبیہ کہیں تو ان کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی سانس اکھڑ گئی لرزہ براندام ہو گئے مگر تلبیہ زبان سے ادا نہ کر سکے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا کہ تلبیہ کیوں نہیں پکار رہے ہو تو فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں تلبیہ پکاروں اور وہ مسترد نہ کر دیا جائے اور مجھ سے کہا جائے کہ "لا لبيك ولا سعديك" پھر جب تلبیہ پکارا تو ان پر غشی طاری ہو گئی اور اپنی سواری سے گر پڑے، اس ایک جگہ نہیں بلکہ پورے حج کے دوران یہی کیفیت رہی اور اسی حالت میں حج مکمل کیا۔

مکہ میں داخل ہوتے وقت حاجی کے ذہن میں یہ بات جاگزیں رہے کہ وہ ایک مقدس پرامن حرم میں داخل ہو رہا ہے، اس جگہ کی عظمت کا اسے بخوبی اندازہ رہے۔ اور اسکی تعظیم اور امن وامان کی رعایت کرے اور یہ احساس پیدا کرے کہ خود وہ اس پرامن ماحول سے مستفید ہو رہا ہے اور اپنے نفس کو کسی بھی شیطانی وسوسے سے محفوظ رکھے۔

عازم حج جب بیت اللہ کا طواف شروع کرے تو یہ سمجھ لے کہ وہ نماز میں ہے کہ کیونکہ بیت اللہ کا طواف بھی نماز ہے گرچہ اس میں اللہ تبارک وتعالی نے گفتگو اور بات چیت کی اجازت دی ہے۔ لہذا پورے خشوع وخضوع اور حضور قلب کے ساتھ طواف کرے اور اللہ جل سبحانہ کی عظمت کا اندازہ کرے جس کے گھر کے طواف میں وہ فی الوقت مصروف ہے۔ کیونکہ جس قدر خشوع وخضوع اور تعظیم الٰہی کے ساتھ وہ طواف کرے گا اسی قدر اس کا اثر اس کے اخلاق وسلوک پر ظاہر ہوگا اور اس کے اطمینان قلب کا سامان بنے گا، اور آخرت میں اللہ رب العزت کی رؤیت کی سعادت حاصل ہوگی۔

طواف کی سنتیں:

طواف قدوم میں یہ سنت ہے کہ شروع کے تین چکروں میں تھوڑی تیزی کے ساتھ چلا جائے۔ بخاری ومسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام جب مکہ آئے تو مدینہ کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا تھا، یہ دیکھ کر مشرکین مکہ نے کہا کہ تمہارے درمیان ایک ایسی قوم آ رہی ہے جنہیں مدینہ کے بخار نے لاغر کر دیا ہے اور وہاں انہیں بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، مکہ آ کر صحابہ کرام حجر اسماعیل (حطیم) کے پاس بیٹھ گئے، اس وقت نبی کریم ﷺ نے انہیں شروع کے تین چکروں میں تیز چال کے ساتھ چلنے کا حکم دیا تاکہ کفار مکہ ان کی قوت وعزم کا مشاہدہ کر سکیں۔ یہ دیکھ کر کفار مکہ نے کہا کہ ان لوگوں کے بارے میں ہم سوچ رہے ہیں کہ مسلمان مدینہ کے بخار سے متاثر ہیں حالانکہ یہ لوگ تو اتنے طاقتور ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ لوگوں پر آسانی کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں ساتوں چکروں میں رمل کا حکم نہیں دیا تھا۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا یہ رمل کی سنت ان کے لئے واجب نہیں ہے اور وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ محض کفار مکہ کو دکھانے کے لئے کیا تھا ان کے طعنوں کے جواب میں، لیکن جب آپ نے حجۃ الوداع میں اس کا التزام کیا تو یہ ایک سنت کی حیثیت سے باقی رہا۔

حج کے موقع سے اب عازم حج جن مقامات کا رخ کرے گا اسے لوگوں کی بھیڑ سے سابقہ پڑے گا ایسے موقع پر اسے احترام مسلم اور اذیت رسانی سے گریز کرتے ہوئے بڑی ہی انکساری اور ایثار کا ثبوت دینا ہوگا تا کہ وہ کسی مسلمان کو اپنی ذات سے ایذا پہونچانے سے بچ سکے۔ اور یہ بھیڑ اور دشواریاں اسے روز محشر کی یاد دلانے کا باعث ہوں۔ ایسے ہی جب وہ منیٰ اور عرفات میں حج کے اعمال کی انجام دہی کے لئے سورج کی تمازت اور دھوپ کی حدت سے دو چار ہو تو قیامت کے دن کی گرمی کے بارے میں غور وفکر کرے جب سورج سوا نیزے کی بلندی پر ہوگا اور ہر شخص اپنے گناہوں کے بقدر پسینے میں غرق ہوگا۔ سو وہ اس سے نجات کا ذریعہ تلاش کرے۔

اللہ پر ایمان کو تقویت حاصل ہونا

تمام ہی عبادتوں کا مقصد بندے کے ایمان کو جلا بخشنا اور اس میں اضافہ کرنا ہے حج کا بھی یہی مقصود اولین ہے کیونکہ اعمال صالحہ سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور معاصی سے کمی واقع ہوتی ہے۔ حج میں چونکہ بکثرت ان ماثور دعاؤں کا ورد ہوتا ہے جو ایمان کو جلا بخشتی ہیں اور اس میں اضافے کا سبب بنتی ہیں۔ لہذا عازم حج کو ان دعاؤں سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان سے اعمال میں ایک دلفریب روحانیت پیدا ہوتی ہے اور حج کے اعمال پورے دلجمعی کے ساتھ ادا کرنے اور اللہ کی عظمت کا احساس کرنے کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

بہت سے حجاج کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ رمی جمرات (شیطانوں کو کنکری مارنے) کے لئے کسی کو اپنا نائب بنا کر اس عبادت کی روحانیت سے محروم رہتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ بذات خود اس عبادت کو انجام دیں تا کہ ان دعاؤں کی برکت سے مستفیض ہوسکیں جو رمی جمرات کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔

اخلاق کی شائستگی

حج کا ایک مقصد اخلاق کو شائستہ اور مہذب بنانا بھی ہے ارشاد باری تعالی ہے: ﴿الحج أشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج﴾ ((البقرۃ: ۱۹۷)) یعنی جس نے حج کے مہینوں (شوال، ذی قعدہ یا ذی الحجۃ) میں حج کا احرام باندھا اسے عورتوں سے ہمبستری شہوت کی باتیں اور ان میں رغبت دلانے والے دیگر افعال سے کنارہ کش رہنا پڑیگا تا آں کہ وہ دسویں ذی الحجۃ کو رمی جمرۂ عقبہ، بال منڈوانا، قربانی کرنا اور طواف افاضہ وغیرہ اعمال کو انجام نہ دے لے، ساتھ ہی وہ تمام طرح کی معصیت سے بھی اجتناب کرے، حرم شریف کی حرمت کی پاسبانی کرے تا کہ وہ گناہوں سے بچنے کا خوگر اور عادی ہوجائے اور ہر وقت اسے اللہ کا خوف ذہن نشین رہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حج صرف فرض اور واجب مناسک کی ادائیگی کا نام ہے اور وہ احسان وسلوک کو کوئی اہمیت نہیں دیتے حالانکہ راہ حج کے مسافر کو اس کا خاص التزام کرنا چاہئے۔ اسی لئے دیکھا جاتا ہے کہ ایک گروپ میں آئے ہوئے حجاج کے درمیان تنازعے اور خود پسندی جنم لے لیتی ہے روح ایثار وقربانی کا دم توڑ دیتی ہے حالانکہ اگر وہ واقعی اللہ کی مغفرت کے طالب ہیں تو انہیں معلوم

ہونا چاہئے کہ دوسروں کو ایذا پہونچا کر یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر راستہ مزدحم ہو جائے اور بھیڑ میں صرف چند ہی لوگوں کے گذرنے کی گنجائش ہو تو ہر شخص کی کوشش یہ ہو کہ جذبۂ ایثار سے سرشار ہو کر اپنے دینی بھائی کو مقدم کر دے خاص کر جو بوڑھے اور کمزور لوگ ہوں انہیں اگر ایسا نہ کر سکے تو حق اور انصاف کے ساتھ ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلیں، دھکا مکی سے اجتناب کریں۔ اسی طرح حج کے ارکان کی ادائیگی کے وقت یہاں بھی ازدحام اور مجمع ہو وہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی کو ہلاکت سے نجات دلانا اپنے ارکان کی ادائیگی سے افضل ہے کیونکہ اس عبادت کو تو وہ تھوڑے وقفے کے لئے مؤخر کر سکتا ہے لیکن اگر اپنے مسلمان بھائی کی جان بچانے میں دیر کی تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ لوگ محض ناسمجھی کی بنا پر لوگوں کی ہلاکت کا بذات خود باعث بنتے ہیں۔ اس طور پر وہ کون سی عبادت انجام دے رہے ہیں کہ اپنے ہی بھائیوں کو دائیں بائیں ڈھکیلتے جارہے ہیں؟ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے بعض عازمین حج اسلامی بھائی حج کی تعلیمات سے مکمل آشنائی نہیں رکھتے نہ ہی انہیں اس کی بلند مقاصد کا اندازہ ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ حج تو بڑے الفت ومحبت اور دینی ہمدردی کے جذبے سے معمور ہو کر انجام دی جانے والی عبادت ہے، کمال حج تو یہ ہے آپ تمام راحت وآرام کے اسباب کی فراہمی میں اپنے مسلمان بھائی کو خود اپنی ذات پر بھی ترجیح دیں، حج کا لازمی مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے مسلمان بھائی کے حقوق پہنچائیں اور ان کی پامالی کا باعث نہ بنیں۔

اخوت اسلامیہ کا استحکام

پنجگانہ نماز، جمعہ، عیدین، ان تمام عبادتوں کے ذریعہ اسلامی اخوت وبھائی چارے کو ایک نئی روح فراہم ہوتی ہے نماز کے بعد مصلیان مسجد آپس میں ملتے جلتے اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے ہیں اور اس طرح ان کے آپسی تعلیمات مضبوط ہوتے ہیں دلوں میں ایک دوسرے کی محبت اور ایمانی اخوت جاگزیں ہوتی ہے جمعہ کی نماز میں یہ اور وسعت اختیار کر لیتی ہے اور عیدین اور بڑے پیمانے پر اس اخوت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور حج میں تو یہ منظر پوری دلفریبی لئے ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جب سارے مسلمان پوری دنیا سے پہونچ کر مشاعر مقدسہ میں یکجا ہو جاتے ہیں۔

ذکر الٰہی کا اہتمام

احرام باندھنے کے بعد قاصد حج سب سے پہلے تلبیہ پکارتا ہے "لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك" اس دعا کے ذریعہ حاجی اللہ تبارک وتعالی کی پکار پر سر تسلیم خم کرتا ہے اور اس کے دربار میں حاضری دے کر توحید کا علم بلند کرتا ہے کیونکہ کفار مکہ تلبیہ پکارتے وقت اپنے معبودان باطلہ کو اللہ کی توحید میں ساجھی اور شریک بنا دیتے تھے۔ توحید کی یہ شہادت اور اقرار واعلان حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے ہر مسلمان کو تاحیات ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اور شدائد ومصائب کا سامنا ہونے پر کبھی بھی غیر اللہ سے حاجت روائی نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ تلبیہ کے اندر جس اخلاص اور للّٰہیت کا عہد آپ نے اللہ تعالی سے کیا ہے اگر آپ نے اسے پورا کیا اور کسی اور کے لئے

عاجزی اورانکساری کاثبوت دیا نہ کسی گناہ کی طرف قدم بڑھائے نہ کسی اور کی بات مانی تب تو آپ نے حج مقبول ادا کیا۔لیکن اگرآپ اپنی خواہشات کے بندے ہوکر رہ گئے صراط مستقیم سے منحرف ہوگئے تو آپ نے اللہ سے کئے گئے عہد کی بدعہدی کی اورحج مقبول ادانہیں کیا۔

توحید باری تعالی سے منحرف کرنے میں جس چیز کا سب سے زیادہ دخل ہوتا ہے وہ خواہشات نفسانی ہیں کیونکہ جب انسان ان کے تابع ہوجاتا ہے شریعت کے احکام کی قدر اوران کا پاس ولحاظ نہیں رکھتا تو وہ خواہشات کو اپنے تمام سلوک وبرتاؤ پرحکمرانی بخش دیتا ہے پھروہ اللہ کا بندہ نہیں بلکہ ان خواہشات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا﴿أرأیت من اتخذ الهه هواه أفأنت تکون علیه وکیلا﴾ (الفرقان:۴۳) اورخواہشات نفسانی کی پیروری کا انجام بڑا عبرتناک ہوتا ہے۔اللہ کا ارشاد ہے:﴿ولو اتبع الحق أهوائهم لفسدت السمٰوٰت والأرض ومن فیهن﴾ (المؤمنون:۷۱)

ذکرودعا کی جہاں تک بات ہے تو اس کا سب عمدہ اور افضل ترین وقت عرفہ کا دن ہے جب نویں ذی الحجہ کو حاجی میدان عرفات میں ظہروعصر کی نماز جمع تقدیم کرکے ادا کرنے سے فارغ ہوجائے اس وقت سے لے کر غروب آفتاب تک مسلسل ذکرودعا میں مصروف رہنا چاہئے۔یہی رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے:"أفضل الدعاء یوم عرفة وأفضل ما قلت أنا والنبیون من قبلی لا اله الا الله وحده لا شریك له" (موطأ امام مالک حدیث نمبر:۲۴۶) آپ نے ظہروعصر کی نماز سے فراغت کے بعد تمام تر وقت ذکرودعا میں مشغول رہ کرگذارااورفرمایا"خذوا عنی مناسککم" لہذا عرفہ کے دن کی ان گھڑیوں کوضروریات زندگی کی فراہمی یا آپس میں بات چیت کی نذر نہ کی جائے کیونکہ کسے پتہ کہ اسے زندگی میں دوبارہ یہ موقع نصیب ہوگا کہ نہیں؟

غروب آفتاب کے بعد حجاج کا قافلہ عرفات سے مزدلفہ کی جانب کوچ کرتا ہے تاکہ وہاں مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان اوردو اقامت سے جمع تاخیر کرکے ادا کرے اور پھر اللہ کے ذکر،دعاء واستغفار میں لگ جائے کیونکہ یہی حکم باری تعالی ہے:﴿فاذا أفضتم من عرفات فاذکروا الله عند المشعر الحرام، واذکروه کما هداکم وان کنتم من قبله لمن الضالین﴾ (البقرة:۱۹۸)اورمزدلفہ ہی مشعرحرام ہے ابواسحاق سبیعی عمروبن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرورضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا کہ مشعرحرام کیا ہے تو آپ خاموش رہے حتی کہ جب ہماری سواریاں مزدلفہ میں بیٹھ گئیں تو فرمایا کہ سائل کہاں ہیں؟ یہی مشعرحرام ہے۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مزدلفہ کو مشعرحرام اس لئے کہا گیا کیوں کہ وہ حدودحرم میں داخل ہے۔

اللہ تعالی تمام عازمین حج کوان مقاصد کو سمجھنے اوران کو تکمیل تک پہونچانے کی توفیق ارزانی فرمائے،سنت صحیحہ کی روشنی میں ہمارے اعمال کی انجام دہی کرائے،ہمیں دین کا خادم وداعی بنائے اور ہماری تمام عبادتوں کوشرف قبولیت عطا کرے،آمین۔

☆☆☆

وضو کے احکام ومسائل کتاب وسنت کی روشنی میں

(۱)

مولانا عبدالولی عبدالقوی سلفی
مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات، سعودی عرب

(۱)وضو کے فضائل:

☆ مسنون وضو سے گناہوں کی بخشش:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جس وقت بندہ مسلم یا مومن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو ہر وہ گناہ جس کی جانب اس نے اپنی نگاہوں سے دیکھا ہے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتا ہے اور جب اپنے دونوں ہاتھوں کو دھلتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں سے تمام وہ گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں جس کو اس کے دونوں ہاتھوں نے چھوا تھا اور جب اپنے دونوں پیروں کو دھلتا ہے تو اس کے پاؤں سے سارے وہ گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں، جس کی طرف اس کے دونوں پاؤں چلے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر نکلتا ہے‘‘۔(مسلم الطہارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء:۲۴۴)

☆ وضو سے میدان حشر میں چہرہ کا نورانی ہونا:

ایک صحابی رسول نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ اپنی امت کو (میدان حشر میں) دوسری امتوں کے (بے شمار لوگوں کے) درمیان کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے امتی وضو کے اثر سے سفید چہرہ اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے، اس طرح ان کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔(بخاری، الوضوء، باب فضل الوضوء:۱۳۶، مسلم، الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء:۲۴۷)

☆ وضو سے بلندی درجات:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتلاؤں کہ جس کے سبب اللہ تعالی گناہوں کو دور اور درجات کو بلند کرتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مشقت (بیماری یا سردی) کے وقت کامل اور سنوار کر وضو

کرنا، کثرت سے مسجدوں کی طرف جانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا (گناہوں کو دور کرتا اور درجات کو بلند کرتا ہے)''۔ (مسلم، الطہارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ ح:۲۵۱)

(۲) کن کاموں کے لئے وضو واجب ہے:

مندرجہ ذیل کاموں کے لئے وضو واجب ہے:

(۱) نماز کے لئے خواہ فرض ہو یا نفل:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ يا أيها الذين آمنوا اذا قمتم الى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم الى المرافق وامسحوا برؤسكم وأرجلكم الى الكعبين .... ﴾ (المائدة: ٦)

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو، تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو..........۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس شخص کا وضو نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام نہیں لیا''۔ (ابوداود، الطہارۃ، باب التسمیۃ علی الوضوء: ۱۰۱، ابن ماجہ: ۳۹۹، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداود: ۱/۲۱، ارواء الغلیل: ۱/۱۲۲، ح: ۸۱)

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے، جب تک وہ وضو نہ کرے، اللہ تعالی اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔'' (بخاری، الوضو، باب لاتقبل صلاۃ بغیر طہور: ۱۳۵، مسلم، الطہارۃ، باب وجوب الطہارۃ للصلاۃ: ۲۲۵)

(۲) خانہ کعبہ کے طواف کے لئے:

خانہ کعبہ کا طواف خواہ واجبی ہو یا نفل بغیر وضو کے جائز نہیں ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''خانہ کعبہ کا طواف نماز ہے، مگر یہ کہ اللہ نے اس میں گفتگو کو جائز کر دیا ہے''۔ (نسائی: ۲۹۲۵، ترمذی: ۹۶۰، مستدرک حاکم ۱/۶۳۰، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: ارواء الغلیل: ۱/۱۵۴، صحیح النسائی: ۲/۳۲۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ آئے تو آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وضو کر کے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ (بخاری، الحج، باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ، ح: ۱۶۱۴، مسلم، الحج، باب مایلزم من طاف بالبیت، ح: ۱۲۳۵/۱۹۰، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں حج کے ارادہ سے نکلے، مقام سرف پر مجھے حیض شروع ہوگیا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں اس وقت رورہی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا اگر میں اس سال حج کا ارادہ نہ کرتی تو اچھا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: شاید تمہیں حیض آیا ہے، میں نے عرض کیا: ''ہاں''، آپ ﷺ نے فرمایا:

" فإن ذلك شيء كتبه الله على بنات آدم فافعلى ما يفعل الحاج غير أن لا تطوفى بالبيت حتى تطهرى"۔

یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالی نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے، لہذا حج کے جملہ کام کرو جو حجاج کرتے ہیں صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو یہاں تک کہ پاک ہوجاؤ۔ (بخاری، الحیض، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطواف بالبیت، ح: ۳۰۵، مسلم، الحج، باب بیان جواز الاحرام: ۱۲۱۱/۱۱۹)

(۳) قرآن کریم کے چھونے کے لئے:

قرآن کریم کو بغیر وضو کے چھونا جائز نہیں ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک آدمی۔ (موطأ امام مالک، القرآن، باب الامر بالوضو لمن مس القرآن، دارقطنی، الطہارۃ، باب فی نہی المحدث عن مس القرآن: ۴۳۹، ج ۱ ص ۲۱۹، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: ارواء الغلیل ۱/۱۵۸، ح: ۱۲۲، امام ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، دیکھئے: مجمع الزوائد: ۱/۲۷۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحیح بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے چھونے کے لئے وضو واجب ہے''۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۲۱/۲۸۸)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن کریم کا چھونا اسی کے لئے جائز ہے جو چھوٹی وبڑی ناپاکی سے پاک ہو''۔ (عون المعبود: ۱/۲۹۷)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''چھوٹی وبڑی ناپاکی سے دوچار شخص کے لئے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے''۔ (شرح البخاری لابن رجب ۲/۸۱)

لیکن قرآن کریم کو چھوئے بغیر بلا وضو زبانی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ: ۱۰/۱۴۷)

ابراہیم بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا: آپ وضو کرلیں کیونکہ ہم آپ سے قرآن کریم کی کوئی آیت پوچھنا چاہتے ہیں تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: پوچھو، میں قرآن کو چھوؤں گا نہیں، پھر انہوں نے قرآن کریم کی بعض آیات پڑھیں۔ (مستدرک

حاکم: ۱؍۲۹۲، دار قطنی: ۱؍۱۲۳)

قرآن کریم سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو اس سے منسلک ہوں، مثلاً اس کی لکھاوٹ، جلد، کاغذ، دونوں دفتیاں...... چنانچہ بغیر پاکی کے ان تمام چیزوں کا ڈائرکٹ چھونا جائز نہیں ہے، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ (الشرح المختصر علی متن زاد المستقنع: ۱؍۱۸۳)

لیکن تفسیر، فقہ اور دیگر دینی کتابوں کو بغیر وضو کے چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (المغنی ۱؍۲۰۴)

(۳) کن کاموں کے لئے وضو مستحب ہے:

مندرجہ ذیل کاموں کے لئے وضو مستحب ہے:

(۱) ذکر ودعا کے وقت:

رسول اللہ ﷺ نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر مقرر کر کے اوطاس کی جانب روانہ فرمایا:..........ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں ایک تیر آ کر لگا جو کسی حبشی نے پھینکا تھا اور اسی میں ان کی موت ہوگئی، انہوں نے اپنی وفات سے پہلے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور یہ بھی کہا اے بھتیجے نبی ﷺ کو میرا اسلام عرض کرنا اور یہ کہنا کہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں، ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے واپس لوٹ کر ابو عامر رضی اللہ عنہ کا پیغام نبی ﷺ کو پہنچا دیا، تو آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگی، اے اللہ اپنے بندے ابو عامر کی مغفرت فرما......۔ (بخاری، المغازی، باب غزوۃ اوطاس ح: ۴۳۲۳ مسلم، فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أصحاب الشجرۃ أہل بیعۃ الرضوان رضی اللہ عنہم، ح: ۲۴۹۸)

(جاری) ☆☆☆

وفات

انتہائی رنج وغم کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ مولانا محمد یحیی سلفی، محلّہ خانجہان پور، لال گوپال گنج، الہ آباد چند ماہ قبل بغرض امام مسجد احساء (دمام) گئے تھے، اور ماہ رمضان میں عمرہ کے ارادے سے مکہ گئے تھے، مکہ سے واپسی پر اچانک بس حادثہ پیش آیا جس میں آپ داعی اجل کو لبیک کہہ کر دار فانی سے کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه ووسع مدخله واجعله الجنة مثواه. آپ کی تدفین بھی وہیں وہیں ہوئی جہاں حادثہ پیش آیا تھا۔

اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں ان کا ٹھکانہ بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

قارئین محدث اور افراد جماعت سے مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

مرض اور عیادت مریض کے آداب

ترجمہ وترتیب: احمد سعید عزیز الرحمٰن/متعلم جامعہ اُم القری، مکہ

بلا شبہ اللہ رب العالمین نے انسانی زندگی کو ایسے طریقے اور ایسے انداز سے وجود بخشا ہے کہ اس کے اندر لذتیں اور تکالیف، پسندیدہ وناپسندیدہ چیزیں آپس میں اس طرح سے خلط ملط ہیں کہ ایک کے ساتھ دوسرے کا تصور فطری ہے، یہ بہت ہی بعید بات ہے کہ آپ کسی ایسی لذت کو دیکھیں جس کے پہلے یا بعد ناپسندیدگی تکلیف والم نہ ہو یا ایسی صحت جس کو بیماری سے واسطہ نہ پڑا ہو یا ایسی مسرت وخوشی جس پر غم کی چھاپ نہ ہو یا ایسا آرام وآسائش جس کے ساتھ تھکان نہ ہو یا ایسا اتحاد واتفاق جس کے ورے تفرقہ وانتشار نہ ہو یا ایسا امن واطمینان کہ جس کے ساتھ خوف وڈر دامن گیر نہ ہو۔

یہ چیزیں (یعنی خوشی کے ساتھ غم اور پسندیدہ کے ساتھ ناپسندیدہ چیزوں کا ملا ہونا) باوجود انسانی طبیعت کے انسان اس میں گھرا رہتا ہے، حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے کہا گیا کہ ہمارے لئے دنیا کی صفت بیان کیجئے، توانہوں نے کہا کہ میں ایسے گھر کی صفت کیا بیان کروں جس کی ابتدا رونا، اور اس کا درمیانی حصہ میلان (رغبت) اور اس کا آخری (یعنی انجام) فنا ہونا ہے۔

انسان کو جو بھی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں وہ درحقیقت اس کے لئے آزمائش ہوا کرتی ہیں، موجودہ دور میں جبکہ علم وٹیکنالوجی نے خوب ترقی کی ہے اسی کے بقدر بہت ساری بیماریاں بھی پھیل گئی ہیں، ایسی ایسی بیماریاں وآفات جن کو ہم پہچانتے تک نہیں، جہاں ان سے بچاؤ کے لئے متعدد قسم کے نئے نئے آلات ایجاد ہوئے وہیں بعض ایسی بیماریاں پائی جاتی ہیں جن کے سامنے انسان اپنے آپ کو بے بس ولاچار پاتا ہے۔

یہ ساری چیزیں یونہی، عبث بذات خود نہیں پیدا ہوگئیں بلکہ یہ اللہ رب العالمین کا (اپنے بندوں کی آزمائش کا) طریقہ کار رہا ہے، جس کی تائید قرآن وسنت سے ہوتی ہے: ﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير﴾ (شوری: ۳۰) تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگذر فرمادیتا ہے۔

سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم علانیہ فحاشی اور غلط کاریوں کا ارتکاب کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالی ایسی قوم میں طاعون اور پیٹ کے ایسے امراض عام کردیتا ہے جو ان سے پہلے ان کے اسلاف جانتے بھی نہ تھے۔ (صحیح سنن ابن ماجہ برقم: ۳۲۴۶)

یہ وہ بیماریاں ہیں جن سے انسان بہت زیادہ ڈرتا ہے اور اس کے وقوع سے گھبراتا ہے اور اس سے بچاؤ کی کوشش میں

حد درجہ کوشاں رہتا ہے کہ کہیں اس کے گھر میں نہ داخل ہو جائے۔

بیماری (مرض) ایک خوفزدہ کر دینے والا کلمہ اور گھبرا دینے والی حالت ہے جو انسان کو رنج وغم، شکوک واوہام میں مبتلا کر دیتی ہے، انسان نہ تو کبھی بلاء وآزمائش کی آرزو کرتا ہے اور نہ ہی اس کے درپے ہوتا ہے بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی کا طلبگار رہتا ہے، جیسا کہ سنن ترمذی میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی اور امراض وآفات سے سلامتی مانگو کیونکہ تقدیر پر ایمان ویقین کے بعد کسی کو امن وسلامتی سے بہتر کوئی شئی نہیں دی گئی۔

اگر ایک مسلمان شرعی نصوص پر غور کرے اور یہ دیکھے کہ بیماری میں کیا حکمت وراز ہے اور اس شخص پر کتنے اچھے ثمرات مرتب ہوتے ہیں جو مرض سے دوچار ہوا اور اس پر صبر ورضا کا پیکر رہا، قضا وقدر کو مانتا رہا تو وہ یہ جان لے گا کہ بیماری ایک آزمائش وامتحان ہے جس کے اندر بہت سے بہتر بدلے اور انعامات ہیں۔

بیماری گناہوں کے کفارہ کا سبب:

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کو کوئی تکلیف و بیماری یا اس کے علاوہ کچھ (رنج وفکر وغم) لاحق ہو تو اللہ اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح سے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ (رواہ مسلم ج ۴ ص ۱۹۹۱ و بخاری مع الفتح)

اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سائب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اے ام سائب! کیا بات ہے تم کانپ رہی ہو؟ انہوں نے کہا بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ دے، تو آپ ﷺ نے کہا بخار کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ وہ بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسا بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ ۱۹۹۳/۴)

حضرت قیس بن حماد نے کہا: تکلیف کی گھڑیاں گناہوں کی گھڑیوں کو ٹال دیتی ہیں۔

بیماری نیکیوں کے اضافے اور رفع درجات کا سبب:

بیماری کے بدلے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں، امام احمدؒ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کو جب تکلیف کی شدت ہوئی تو آپ ﷺ زیادہ پریشانی محسوس کرنے لگے اور بستر پر کروٹ بدلنے لگے، تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ایسی حرکت ہم میں سے کوئی اور کرتا تو آپ ﷺ اس پر غصہ ہو جاتے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیک لوگوں پر سختی کی جاتی ہے اور سنو مومن کو کبھی ایک کانٹا یا اس سے معمولی چیز بھی نہیں چبھتی ہے مگر اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ (رواہ احمد فی مسندہ ج ۶ ص ۱۶۰)

بیماری دخول جنت کا سبب:

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنی آنکھوں کی تکلیف میں گرفتار کرتا ہوں پھر وہ صبر کرتا ہے تو اس کے بدلے میں میں جنت

دیتا ہوں۔

بیماری جہنم سے نجات کا سبب:

سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بیمار شخص کی عیادت کی تو آپ نے اس سے فرمایا: خوش ہو جاؤ کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے، یہ (بیماری) جہنم کی آگ ہے جس کو میں نے دنیا کے اندر اپنے مومن بندے پر مسلط کیا ہے تا کہ اس کے اخروی آگ کا عوض ہو۔ (رواہ احمد فی مسندہ ج ۲ ص ۴۴۰)

جو شخص ان نصوص پر غور کرے گا اس سے رنج وغم کے بادل چھٹ جائیں گے اور جو کچھ اللہ نے اس کے لئے مقدر کیا ہے اس پر اس کا دل مطمئن ہو جائے گا اور یہ صبر کا اعلی مقام ہے۔

اے بندے! تمہارا بیماری میں مبتلا کیا جانا ایک نعمت اور اللہ کی جانب سے ایک عطیہ ہے، لہذا تم بحالت بیماری جزع فزع مت کرو اور مضطرب نہ ہو جاؤ، کیونکہ تم کو جو بھی بیماری لاحق ہوتی ہے اس کے عوض اچھا بدلہ دیئے جاؤ گے، نیز اللہ تعالی تم کو بیماری میں اس لئے مبتلا کرتا ہے تا کہ تم کو گناہوں سے پاک وصاف کر دے اور تمہارے درجات کو بلند کر دے تو تم اس کے فرماں بردار بن جاؤ۔

بلاشبہ صحت وعافیت انسان کو اس کے نشاطات وقوت کی بنا پر کبھی کبھی برائی اور کبر وتکبر میں مبتلا کر دیتی ہے لیکن بسا اوقات جب اس کو مرض لاحق ہوتا ہے اور انسان تکلیف کی کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کا نفس ٹوٹ جاتا ہے اور ایسے وقت میں اس کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے تو اس کا احساس نرم ہو جاتا ہے اور اس کا نفس کبر وعناد کی گندگی سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

یہ اللہ رب العالمین کی رحمت ہی میں سے ہے کہ اس کے بندے مختلف قسم کی دواؤں کو تلاش کرتے ہیں جو ان بیماریوں میں ان کے لئے مددگار ثابت ہوتی ہیں اور ان کی صحت کی ضامن ہوتی ہے، پاک ہے وہ ذات جو اپنی آزمائش میں بھی رحم کرتا ہے اور نعمتوں کو دے کر بھی آزماتا ہے، اگر اللہ تعالی بندوں کی ابتلاء وآزمائش کے لئے بیمار نہ کرے تو بندے ظلم وطغیان میں ضرور حد سے آگے بڑھ جائیں، کتنے ایسے لوگ ہیں جن سے ان کی مالداری اور خوش عیشی کی وجہ سے حسد کیا جاتا ہے حالانکہ ان کی مالداری ہی ان کے لئے بدبختی ہے، کتنے ایسے ہیں کہ ان کی بیماری کی وجہ سے ان پر رحم کیا گیا تو یہی رحم کیا جانا ان کے لئے باعث شفا ہے اور کتنے ایسے ہیں کہ ان کی نعمت دیکھ کر ان سے رشک کیا جاتا ہے حالانکہ یہی ان کے لئے آزمائش ہے۔

اے بیمار بھائی! اللہ تعالی تم سے ہر طرح کی بیماری اور تکالیف کو دور کرے، جب تم کو کسی عارضی بیماری سے آزمایا جائے تو تم اللہ کی تعریف بیان کرو کہ تم کو اس سے سخت بیماری میں نہیں آزمایا گیا یا ہمیشہ لگی رہنے والی بیماری نہیں لاحق ہوئی، اور جب تم کو کوئی شدید بیماری لاحق ہو تو اللہ کی تعریف بیان کرو کہ تم کو اس سے زیادہ سخت بیماری نہیں لاحق ہوئی اگر اللہ چاہتا تو اس سے بھی سخت بیماری لاحق ہو سکتی تھی اور اگر تم کو بیک وقت کئی بیماریاں لاحق ہوں تو اللہ کی حمد بیان کرو اور اس کا شکر یہ ادا کرو کہ اللہ نے تمہاری عقل کو باقی رکھا ہے اگر چاہتا تو اس کو سلب کر لیتا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں جب بھی کسی آزمائش میں مبتلا کیا گیا تو اس آزمائش میں بھی اللہ کی چار نعمتیں مجھ پر تھیں ۔ (۱) وہ آزمائش دین کے بارے میں نہیں تھی ۔ (۲) جو آزمائش تھی اس سے بڑی آزمائش نہیں ہوئی ۔ (۳) میں نے اس آزمائش میں بھی اللہ کی رضا کے دامن کو نہیں چھوڑا (بلکہ اس آزمائش میں بھی خوش رہا)، (۴) میں آزمائش میں بھی اللہ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔

صبر کے بدلے جنت:

اللہ نے تمہارے لئے مرض کو مقدر کیا وہ تمہارا نفس اور اس کی مصلحتوں کا زیادہ جاننے والا ہے اور اس آزمائش میں اللہ کا تمہارے اوپر حق ہے کہ تم صبر کرو تو تمہارا صبر کرنا یہ غایت درجہ عبودیت ہے اور تمہارا گریہ وزاری کرنا، جزع فزع کرنا تم کو کوئی فائدہ نہیں دے گا بلکہ وہ تمہاری تکلیفوں کو زیادہ کردے گا اور مزید مصیبت ورنج وغم میں مبتلا کردے گا، کیونکہ عنقریب تم ان تمام آلام وتکالیف کو بھلا دوگے جب تم (اللہ کے حکم سے) دار السلام میں داخل ہوگے، جس وقت پکارنے والا پکارے گا'' تمہارے لئے اب صحت مندی ہے کبھی بیمار نہیں ہوگے، تمہارے لئے اب زندگی ہی زندگی ہے تم کبھی موت سے ہمکنار نہیں ہوگے اور یہ کہ تم جواں رہوگے کبھی بوڑھے نہیں ہوگئے اور یہ کہ تمہارے لئے راحت ہی راحت ہے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی ، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا: "ونودوا أن تلكم الجنة أورثتموها بما كنتم تعلمون" اور ان سے پکار کہا جائے گا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب دوام نعیم اھل الجنۃ)

اگر اللہ تعالی بندے پر بیماری کو مقدر کرتا ہے تو اس کا کتنا بہترین اور عظیم بدلہ ہے کہ وہ بندہ عبادت اور حسن طاعت میں ہمہ وقت لگا رہتا ہے، اس لئے کہ اگر اس کے پاس بیماری آئی اور وہ اہل قرآن میں سے ہے اور فضائل اعمال کی حفاظت کرنے والا، رات کے حصہ میں قیام اور دن میں روزہ رکھنے والا ہے تو اگر ایسے آدمی کو بیماری نے بٹھالیا ہے تو پھر بھی اللہ تعالی اس کے لئے اتنا ہی ثواب لکھتا ہے جتنا کہ وہ صحت کے دنوں میں ان اعمال کے کرنے پر قادر تھا، اب بھلا بتاؤ کہ اس سے بھی بڑا فضل اس کے لئے کیا ہوسکتا ہے۔ صحیح بخاری میں رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ ''جب بندہ کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے یا سفر میں ہوتا ہے تو اس کے لئے اسی اعمال کے بقدر نیکیاں لکھی جاتی ہیں جس قدر وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا''۔

اے بیمار بھائی تم اللہ تعالی کی رحمت اور اس کے عفو کے زیادہ محتاج ہو اس لئے تم قرآن کو کیوں چھوڑتے ہو؟ اور اللہ کے ذکر ودعا سے کیوں غافل ہوتے ہو؟ تم اپنے حقیقی مالک کو بھول کر مخلوق سے شکوہ کیوں کرتے ہو؟ تم بیماری کو حجت بنا کر نماز سے غفلت کیوں برتتے ہو؟

اے بیمار بھائی! دعا بہترین دواؤں میں سے ایک دوا ہے، صحیح مسلم میں حضرت عثمان بن ابو العاصؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول ﷺ کے پاس تشریف لائے ، اس وقت ان کو تکلیف تھی ، تو ان سے رسول ﷺ نے فرمایا: اپنا ہاتھ جسم کے اس حصے پر رکھو جو درد کرتا ہے اور تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ أعوذ بالله وقدرته من شر ما أجد وأحاذر کہو، یعنی میں اللہ کی پناہ اور اس کی قدرت میں آتا ہوں اس برائی سے جو میں پاتا اور جس سے ڈرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب

رقیۃ المریض ج۴ص ۱۷۲۸)

بیمار کی عیادت وزیارت کرنا اور اس کے لئے دعاء خیر کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔

عیادت:

جب کوئی شخص اپنے دوستوں یا عزیزوں، رشتہ داروں یا پڑوسیوں بلکہ عام مسلمانوں میں بیمار ہو تو اس کو دیکھنے جانا اور اس کی مزاج پرسی کرنا سنت ہے، اسی کو عیادت کہتے ہیں۔

عیادت کے آداب:

جب کوئی دوستوں عزیزوں میں بیمار ہو تو اس کی عیادت کو جانا اور بیمار کے سرہانے بیٹھ کر اس کا حال دریافت کرنا کہ تم کو اپنی طبیعت کیسی معلوم ہوتی ہے، تمہارا دل کس چیز کو چاہتا ہے، اگر کسی چیز کی وہ خواہش کرے اور وہ اس کے لئے مضر نہ ہو تو اہل خانہ سے دینے کی بابت کہنا اور اپنے سیدھے ہاتھ کو بیمار کے بدن پر رکھ کر دعا کرنا، اس کو تسلی دینا اور صحت کی امید دلانا، بیماری کے جو فضائل حدیث میں وارد ہوئے ہیں اس کو سنانا عیادت کے آداب میں سے ہے۔

احادیث میں عیادت کی فضیلت وتاکید اور اس کا ثواب بے حساب وارد ہوا ہے۔

مختصراً ہم چند احادیث یہاں بیان کرتے ہیں:

صحیح مسلم میں مذکور ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی قیامت میں فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تونے میری عیادت (مزاج پرسی) نہیں کی، انسان کہے گا، اے میرے رب میں کیسے تیری عیادت کرتا جب کہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اللہ تعالی فرمائے گا: کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تونے اس کی مزاج پرسی نہیں کی، کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو یقیناً تو مجھے اس کے پاس پاتا (یعنی میری رضا تجھے حاصل ہوجاتی)۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادۃ المریض ج۴ص ۱۹۸۹)

سنن ترمذی میں مذکور ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت مزاج پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعاء خیر کرتے رہتے ہیں، اگر شام کے وقت بیمار پرستی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں دعاء خیر کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے چنے ہوئے پھلوں کا حصہ ہے۔ (سنن ترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، وصححہ الالبانی برقم ۱۴۴۲)

سنن ابوداود میں مذکور ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بندہ کسی مریض کی عیادت کرے، اس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے " أسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيك الا عوفی" یعنی میں عرش عظیم کے مالک عظمت والے اللہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا عطا فرمائے، تو اللہ تعالی اسے اس بیماری سے عافیت بخش دے گا۔ (سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ وصححہ الالبانی برقم ۲۶۶۳)

اور نبی ﷺ جب کسی بیمار کی عیادت کرتے تو یہ دعا پڑھتے " أذهب البأس رب الناس اشف أنت الشافی

لا شفاء الا شفاءك شفاء لا يغادر سقما " اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو دور فرمادے، تو شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری ہی شفا شفا ہے، تو ایسی شفا دے جو بیماری کو نہ چھوڑے (اسے بالکل ختم کردے)۔ (صحیح بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی ﷺ، وصحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب رقیۃ المریض، ج۴ص۱۷۲۲)

بیمار کی عیادت باعث عبرت:

ہم اپنے خالق حقیقی کے کس قدر محتاج ہیں اس کا صحیح معنوں میں ادراک ہمیں اس وقت ہوتا ہے جب ہم کسی بیمار کو بستر پر لیٹے ہوئے دیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح تکلیف سے کروٹیں بدلتا رہتا ہے اور ہم صحت وعافیت کے لباس میں ادھر ادھر گھومتے رہتے ہیں، یہ بہت ممکن ہے کہ جس بیماری میں وہ مبتلا ہے اس میں ہم بھی مبتلا کردیئے جائیں، اس لئے کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اس کی قدرت وطاقت سے باہر نہیں ہے۔

بیمار کی عیادت کے وقت اس کو صبر کی تلقین کرنا:

عیادت کے آداب میں سے ہے کہ بیمار کو اس لاحق شدہ مصیبت پر نہ گھبرانے کی تلقین کرنا، اور اس کی صحت وعافیت کے لئے ایسا کام کریں کہ وہ بیماری اس کے نفس سے دور ہوجائے اور اپنی بیماری سے متعلق اس کے دل میں جو شکوک واوہام پیدا ہوگئے ہیں جیسے اللہ تعالی سے ناراضگی، اس کے قضا وقدر سے بغض، ایمان کے زوال کے اسباب ان چیزوں کو اس کے نفس سے دور کرنے کی کوشش کریں کیونکہ جو شخص ان چیزوں تک پہنچ گیا اس کی دنیا وآخرت برباد ہوگئی (وہ دنیا وآخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا)۔ ہم اللہ تعالی سے سلامتی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

بیمار کی عیادت اس کے حقوق کے قیام کی خاطر:

بندہ کبھی آزمایا جاتا ہے، ایسی بیماری کے ذریعہ جو اس کو بیٹھے رہنے پر مجبور کردیتی ہے جبکہ وہ اہل وعیال کی کفالت کرنے والا ہوتا ہے اور ایسی حالت میں اپنے بوڑھے والدین اور بھائی چارگی کے اظہار کرتے والوں مفقود پاتا ہے جو کہ اس کی دیکھ ریکھ، اس کی تکلیف وغم کو دور کرتے، دنیاوی مطالبات کو پورا کرتے اور اس کی آل واولاد کی نگرانی کرتے، ایسی حالت میں عیادت کرنے والے کا حق ہے کہ وہ ان چیزوں میں اس کا تعاون کرے۔

میرے مسلمان بھائی! تم پر لازم ہے کہ تم اپنی بیماری کا علاج اس کے اسباب کے ازالے کے ساتھ کرو، یعنی گناہ اور معاصی ترک کرکے، کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ﴾ (الشوری:۳۰) تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے کرتوت کا بدلہ ہے، اور اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ظهر الفساد فی البر والبحر بما كسبت أيدی الناس ليذيقهم بعض الذی عملوا لعلهم يرجعون ﴾ (الروم:۴۱) خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا، اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالی چکھادے، (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔

☆☆☆

وظائف واوراد کی عملی تطبیق

(۳-۳)

ابوطاہر بن عزیز الرحمٰن سلفی
استاد جامعہ اسلامیہ سلفیہ، عبداللہ پور، صاحب گنج

مختلف اوقات کے بعض وظائف

یوں تو مختلف اوقات کے وظائف بے شمار ہیں، لیکن یہاں پر میں چند وظائف کے ذکر پر ہی اکتفاء کروں گا، جو مندرجہ ذیل ہیں، بقیہ وظائف کے لئے مستقل کتابوں کی طرف رجوع کرلیں۔

(۱) صحیح مسلم میں جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر ان کے پاس سے نکلے، پھر اس وقت واپس آئے جب کہ چاشت کا وقت ہو گیا تھا، اور وہ اپنی مصلی پر بیٹھی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تک تم اسی حالت میں ہو جس حالت میں میں نے تم کو چھوڑا تھا، جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: تمہارے یہاں سے جانے کے بعد میں نے چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں، اگر انہیں اس وظیفہ سے وزن کیا جائے جو تم نے آج صبح پڑھا ہے تو وہ ان پر بھاری ہو جائیں گے اور وہ کلمات یہ ہیں: "سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته"۔

(۲) گھر سے نکلنے کا وظیفہ:

سنن ابی داود "كتاب الأدب، باب ما يقول الرجل اذا خرج من بيته" کے اندر انس بن مالک ؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لیتا ہے: "بسم الله توكلت على الله لا حول ولا قوة الا بالله" تو اس وقت ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے تو نے حق کا راستہ پالیا، غم سے چھٹکارا پالیا، اور شیطان کے شر سے تجھے بچا لیا گیا، یہ پکار سن کر شیطان اس آدمی سے دور بھاگ جاتا ہے اور دوسرے شیطان سے کہتا ہے کہ اب تم اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) گھر میں داخل ہونے کا وظیفہ:

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر کوئی آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر کر لیتا ہے تو شیطان اس کے گھر میں جگہ نہیں پاتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر کرنا چاہئے، امام نووی کے مطابق یہ ذکر ''بسم اللہ'' ہے (الاذکار ۲۷)، گھر میں داخل ہوتے وقت جو ادعیہ منقول ہیں وہ سب کے سب ضعیف ہیں، مثلاً ایک دعا یہ بیان کی جاتی ہے: "اللهم انى أسألك خير المولج وخير المخرج، بسم الله ولجنا، وبسم الله خرجنا وعلى الله ربنا توكلنا" پھر اس کے بعد اہل خانہ کو سلام کرے۔ اس حدیث کو علامہ محمد ناصر الدین البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف سنن ابی داود، كتاب الادب، باب ما يقول الرجل اذا دخل بيته)

فرمان الٰہی کے مطابق گھر میں داخل ہونے کے وقت گھر والوں کوسلام کرنا چاہئے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿فإذا دخلتم بيوتا فسلموا على أنفسكم تحية من عند الله مباركة طيبة﴾ (سورہ نور:۶۱) پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے گھر والوں کوسلام کرلیا کرو، اللہ کی جانب سے دعاء خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کوسلام کہنا چاہئے اور "بسم اللہ" پڑھ لینا چاہئے۔

(۴) سونے کے وقت کا ایک بہترین وظیفہ:

صحیحین وغیرہ میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر آؤ تو نماز کی طرح وضوء کرو پھر اپنے دائیں کروٹ پر لیٹ کر یہ دعاء پڑھو: "اللهم أسلمت نفسى اليك ووجهت وجهى اليك وفوضت أمرى اليك والجأت ظهرى اليك رغبة ورهبة اليك لا ملجأ ولا منجأ منك الا اليك آمنت بكتابك الذى أنزلت ونبيك الذى أرسلت".

ترجمہ: اے اللہ! میں نے اپنے نفس کو تیرے حوالے کیا اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا اور اپنا معاملہ تیرے حوالہ کیا اور اپنی پیٹھ تیری طرف ٹیکی، تجھ سے امید رکھتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، اے اللہ! تجھ سے بھاگ کر مجھے تیرے علاوہ کہیں پناہ ونجات کی جگہ نہیں مل سکتی، میں نے تیری کتاب پر ایمان لایا جسے تو نے نازل کیا ہے اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا ہے۔

فضیلت: اگر تم اس رات کو مر گئے تو تم فطرت پر مروگے اور اگر تم نے صبح کی تو تمہیں بھلائی ملے گی اور تم رات میں ان کلمات کو اپنا آخری کلام بناؤ۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا نبی ﷺ کے سامنے دہرائی اور جب "آمنت بكتابك الذى أنزلت" پر پہنچا تو میں نے "ونبيك" کے بجائے "ورسولك" کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم "ونبيك الذى أرسلت" ہی کہو۔ (صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب اذا بات طاهرا، وباب مايقول اذا نام اور باب النوم على الشق الأيمن)

اس حدیث پر ان لوگوں کو غور کرنا چاہئے جو لوگ اذان کی دعا میں الوسیلۃ والفضیلۃ کے بعد "والدرجة الرفيعة" اور "وعدته" کے بعد "وارزقنا شفاعته يوم القيامة" اور آخر میں "يا أرحم الراحمين" کا اضافہ کرتے ہیں، کیونکہ یہ زیادتی من گھڑت اور موضوع ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے (عینی تحفہ صلاۃ مصطفیٰ حصہ اول ۷۹-۸۰)

اور بیہقی کی روایت میں "انك لا تخلف الميعاد" کی زیادتی مذکور ہے، لیکن علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شاذ یعنی ضعیف قرار دیا ہے۔ (ارواء الغلیل رقم الحدیث ۲۴۳)

اسی طرح بعض امام قنوت وتر میں "اللهم اهدنى" کے بجائے "اللهم اهدنا فيمن هديت" یعنی جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔

بیہقی کی روایت میں جمع کے صیغہ کے ساتھ آیا بھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن جریج ہیں جو مدلس ہیں اور انہوں نے یہاں پر عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور مدلس راوی اگر عنعنہ کے ساتھ روایت کرے تو اس کی حدیث

ضعیف ہوتی ہے،اوراس میں دوسراراوی ابن ہرمز مجہول ہے۔
پھراس حدیث میں فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہےاورجس روایت میں وتر میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے،اس میں واحد کا صیغہ ہے،جس حدیث میں جمع کا صیغہ آیا ہےاس کوعلامہ محمد ناصرالدین البانی نےضعیف قرار دیا ہے۔(ارواء الغلیل ۴۲۹،۲/۱۷۴-۱۷۵)لہذامعلوم ہوا کہ باجماعت وتر پڑھاتے وقت واحد کا صیغہ استعمال کیا جائے یعنی "اللهم اهدني فيمن هديت" اورتمام مقتدیوں کوشامل کرنے کی نیت کرلی جائے۔
اسی طرح اکثرلوگ افطار کے وقت "اللهم لك صمت وعلى رزقك أفطرت" پڑھتے ہیں،حالانکہ ابوداود، كتاب الصوم ، باب القول عند الافطار" کےاندراس حدیث کے مرسل یعنی ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرچکے ہیں،کیونکہ انہوں نے "عن معاذ بن زهرة انه بلغه ان النبى ﷺ" فرمایاہے،معاذ تابعی ہیں اورانہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کردیاہے،اس لئے یہ مرسل ہے،پھرانہوں نے اسے مراسیل ابی داود کے اندربھی بیان کیا ہے جواس کے مرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔
اس کوعلامہ محمد ناصرالدین البانی نےتحقیق المشکاۃ کے اندرحسن اورصحیح ابن خزیمہ کی تعلیق میں صحیح قرار دیا ہے،لیکن انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا ہےاورضعیف سنن ابی داود۲۸۳اورارواء الغلیل رقم الحدیث ۹۱۹ کے اندراس کو ضعیف قرار دیاہے،اورانہوں نے''ارواء الغلیل''میں وضاحت کردیا ہے کہ دوسرے محدثین سے متاثر ہوکرمیں نےبھی اس کوصحیح ابن خزیمہ کی تعلیق میں صحیح قرار دیا تھا،حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے،تفصیل کے لئے دیکھئے۔(ارواء الغلیل ۳۹/۴، والتنبیہات الملیحۃ علی ماتراجع عنہ العلامہ المحدث الالبانی من الاحادیث الضعیفۃ أوالصحیحۃ،حدیث نمبر۲۷)
افطار کے وقت مشروع دعاؤں میں سےایک دعاء یہ ہے: "ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر ان شاء الله" اس کوامام نسائی نے''سنن کبری'' کےاندرابن السنی نے "عمل اليوم والليلة" کےاندرامام ابوداود نے ''سنن'' کے اندر،امام بیہقی اوردارقطنی نے اپنی اپنی سنن کے اندراورحاکم نے''مستدرک'' کے اندرحسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔(ارواء الغلیل ۳۹/۴،وصحیح سنن ابی داود،کتاب الصوم،باب القول عندالافطارومرعاۃ المفاتیح ۴۷۴/۶)
اسی طرح کھانے کے بعد کی دعاؤں میں سےمشہور دعا "الحمد لله الذى أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين" ضعیف ہے۔(ضعیف سنن ابی داودللالبانی ۳۰۹/کتاب الاطعمۃ،باب مایقول الرجل اذاطعم)
کھانے کے بعدصحیح سند سےثابت شدہ دعا یہ ہے: 'الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفى ولا مودع ولا مستغنى عنه ربنا"اللہ کے لئے ایسی تعریف ہے۔جوزیادہ ہے پاکیزہ ہےجس میں برکت دی گئی ہے، کفایت نہیں کی گئی ہے۔(بسبب نہ اداہونے اس کےحق کے)چھوڑی نہیں گئی ہے(بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ مشغولیت ہے) اورنہ اس سے بے پروائی کی گئی ہے(بلکہ ہمیشہ اس کی طرف محتاجی ہے)اے ہمارے پروردگار(ہمارے حمد کرنے کوقبول فرما)
(الجامع الصحيح للبخارى ، كتاب الأطعمة، باب ما يقول اذا فرغ من طعامه)
اللہ تعالی ہم سب کوقرآن وحدیث کے مطابق چلنے کی توفیق دےاورسنت رسول ﷺ کے مطابق وظائف واوراد اختیار کرنے کی توفیق دے،آمین۔

☆☆☆

مصنف دیوان گلشن ہدایت............
مولانا ابوسعید صاحب جھمکاوی

(۸)

مولانا محمد حنیف مدنی
مدرس جامعہ سلفیہ بنارس

تصانیف:

آپ نے جس طرح میدان دعوت وتبلیغ اور تدریس ومناظرہ میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے، اسی طرح تالیف وتصنیف میں بھی آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، آپ نے مختلف علوم وفنون، عربی اور اردو زبان میں گراں قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چند تصنیفات کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے:

۱- معیارالاعتدال

مصنف نے اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلے حصے کا نام ''امہات الشرع'' ہے اور چونکہ یہ حصہ اول مختلف علوم وفنون کو مشتمل ہے، پس بوجہ طوالت اس کو پانچ منزلوں پر منقسم کردیا۔

(۱) منزل اول: جس کا نام ''النظر فی التفسیر'' ہے، اس میں ایک دیباچہ ہے جس میں مطلق مذہب کی تعریف اور اس کا انسانی فطرت کے لئے قانون قدرت ہونا، نیز وہ اسباب بھی بیان کئے گئے ہیں جو اس کو بے سود اور خراب کردیتے ہیں، پھر اصل کتاب میں قرآن مجید کی بہت سی تفسیروں کے نام اور مفسروں کے طبقات بیان کرتے ہوئے ان تمام اصولوں اور قاعدوں پر بحث کی گئی ہے جن کے ذریعہ سے تمام فرقہائے اسلام نے آج تک تفسیریں کی ہیں اور جو کچھ جس قاعدہ میں ضعف پایا نہ صرف اس کے ضعف کو مدلل طور پر ظاہر کیا بلکہ اس کے ساتھ ان قاعدوں کو بھی بیان کیا ہے جن کے ذریعہ سے ایک مفسر صحیح اور مطابق للواقع قرآن مجید کی تفسیر کرسکتا ہے۔

(۲) منزل دوم: جس کا نام ''النظر فی الحدیث'' ہے، اس میں حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعریف اور اس کی تحریر اور تدوین کا زمانہ نیز کتب احادیث کے نام اور ان کے طبقات کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا ہے کہ فرقہائے اسلام کا کون فرقہ کس طبقہ کی کتابوں سے اپنے مذہب کے مختلف فیہ مسائل کا استخراج کرتا ہے، پھر اس کے بعد ان تمام اصولوالروایت اور اصول الدرایت کو درج کیا جن کے ذریعہ سے ایک محدث احادیث کی جانچ وپڑتال اور صحیح کو غلط سے تمیز دے سکتا ہے۔

(۳) منزل سوم: جس کا نام ''النظر فی الاجماع'' ہے، اس میں اجماع کی مختلف تعریفیں اور اس کی تمام قسمیں بلکہ جو

کچھ اس کے ماعلیہ اور مالہ ہے اس پر نہایت منصفانہ اور انتہائی تحقیقی بحث کرتے ہوئے یہ دکھایا گیا ہے کہ مذہب اسلام میں اس کے وجود کی ابتداء بلکہ خود اس کا وجود دنیا میں کہاں اور کب سے ہوا ہے۔

(۴) منزل چہارم: جس کا نام ''النظر فی القیاس'' ہے، اس میں اجتہاد اور مجتہدین کی تعریفیں اور ان کے مدارج نیز قرآن مجید، حدیث رسول اللہ ﷺ اور اجماع سے جن قاعدوں اور اصولوں پر فروعی مسائل کے استنباط اور استخراج کا دار ومدار ہے، ان سب کو اس خوبی اور تفصیل سے بیان کرتے ہوئے ان پر بحث کی گئی ہے کہ ایک فقیہ ان کے ذریعہ سے مسائل استخراج کرسکتا ہے۔

(۵) منزل پنجم: جس کا نام ''النظر فی الکلام'' ہے، اس میں تمام عقائد اسلامیہ اور تمام فرقہائے اسلام کے مختلف خیالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ وہ کون عقائد ہیں کہ جن کو مذہب اسلام سے تعلق ہے اور وہ کون خیالات ہیں جن کو محض علمی جولان گاہ کہنا چاہیئے۔

ہم نے اس کتاب کے حصہ دوم کو جس کا نام تفہیم الفرقان فی تفسیر القرآن ہے، جو پانچ منزلوں میں منقسم ہوگا، تحریر کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔

اس کتاب کا حصہ سوم جس کا نام ''الاخبار المجموعۃ فی الاحادیث المرفوعۃ'' ہے، اور جو پانچ منزلوں پر منقسم کیا گیا ہے، فی الحال زیر تحریر ہے، جس میں وہ تمام مذہبی حدیثیں ہوں گی جواز روئے روایت ودرایت کے نہایت پختہ ہیں۔

اس کتاب کے چوتھے حصے کا نام ''حکمۃ اللہ الباھرۃ'' ہے، یہ امر بھی واضح رہے کہ کتاب معیار الاعتدال کے چاروں حصے اپنے اپنے دیباچوں کے ساتھ مستقل کتابیں بلکہ ہر ایک حصے کی ہر ایک منزل پوری کتاب ہے، مگر حقیقت حال یہ ہے کہ امہات الشرع (حصہ اول) درحقیقت ''تفہیم القرآن فی امہات الشرع'' (حصہ دوم) اور ''الاخبار المجموعۃ فی الاحادیث المرفوعۃ'' (حصہ سوم) کا ایسا مقدمہ ہے کہ اس کے بغیر یہ دونوں سمجھ میں نہیں آسکتے، اور علی ھذا یہ تینوں حصے ''حکمۃ اللہ الباھرۃ'' (حصہ چہارم) کی توطئہ اور تمہید یا مقدمات ہیں جو ان کے مطالعہ کئے بغیر کما حقہ پورے طور پر سمجھ میں نہیں آسکتا اور جو شخص ان چاروں حصوں کو ان کے دیباچوں کے ساتھ بغور مطالعہ کرے گا اس کی آنکھوں کے سامنے اسلام کی اصل اور صحیح تصویر کھینچ جائے گی۔(۱)

۲-کشف الابہام

یہ کتاب دو برس کے مسلسل قادیانیوں سے قلمی مناظرہ کے بعد مرتب ہوئی ہے، یہ کتاب رد قادیانی عقیدہ میں ایسی بے نظیر اور دندان شکن تصنیف ہے کہ بعد مطالعہ انسانی دنیا پر واضح اور مبرہن ہوجائے گا کہ رہتی دنیا تک قادیانی فرقہ سے اس کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔

۳-رویت ہلال

۴-القول الیسر فی عدم زکوۃ العشر

۵-کتاب الرجال

---

(۱) مقدمۃ النظر فی الحدیث ص ۱۳-۱۷ (ملخص)

۶-مسٹرلیڈن نے قرآن کی آیتوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت کی ہے اوران کوآخرالزماں نبی ثابت کیا ہے،تو آپ نے اس پرایک کتاب''عمدۃ التوضیح فی احوال المسیح''لکھا۔

۷-تاریخ چمپان: تین جلدیں،اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر عبدالماجد بن مولانا عبدالباری صاحب کے پاس موجود ہے۔

۸-تاریخ نیپال ۹-دھرم کیا ہے؟

۱۰-النورالنظر ۱۱-مأخذ القرآن پراصول نظر

۱۲-تاریخ بنی اسرائیل ۱۳-مخاطبین قرآن کے کوائف

نوٹ: ان مذکورہ کتابوں میں سے صرف دو کتابیں چھپی ہوئی میری نظر سے گذری ہیں: (۱) النظر فی الحدیث (۲) دھرم کیا ہے؟ اول الذکر کتاب یعنی النظر فی الحدیث چھپ کرعثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے پروفیسروں،علامہ ابوالاعلی مودودی، شیخ التفسیر والحدیث عبدالرزاق ملیح آبادی ایڈیٹر''ہند'' کلکتہ،علامہ ثناء اللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر مجلّہ''اہل حدیث'' وغیرہم سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہے،سبھی علماء نے بیک زبان کتاب کے محققانہ طرز انداز کی تعریف کرتے ہوئے عربی کے منتہی طلباء کی تعلیم کے لئے ضروری بتایا ہے(۱)، یہ کتاب بڑی سائز میں ۲۲۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ثانی الذکر کتاب یعنی دھرم کیا ہے؟ ۳۲ صفحات پر مشتمل چھوٹی سائز میں ایک رسالہ کی شکل میں ہے۔

وفات:

آپ وفات سے سال بھر پہلے سے بیمار تھے،آپ ادھ کپر یا گئے ہوئے تھے،وہیں آپ کو بیماری لاحق ہوگئی اورآپ کو گھر لایا گیا پھر میناٹانڈ ڈاکٹر سے علاج کرانے کی غرض سے بسنت پور گئے جہاں پرآپ کے داماد زیڈاے مستانہ کے یہاں لایا گیا، بالآخر وقت موعود آچکا تھا،اس لئے کوئی علاج کارگر نہیں ہوسکا اور ۲۶ رجولائی بروز سوموار دس بجے شب ۱۹۵۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہہ کرآغوش الٰہی میں ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سوگئے، چونکہ آپ کا انتقال بسنت پور کے اندر ہوا،اس لئے آپ کی نعش کو بسنت پور سے جھمکا لایا گیا اورآپ جھمکا ہی میں مدفون ہیں۔

اولاد:

ان کی صرف ایک لڑکی مسعودہ خاتون تھیں۔

مراجع ومصادر:

۱-مذکورہ ڈاکٹر عبدالماجد صاحب ۲-دھرم کیا ہے؟ص:۳۱۔

۳-تاریخ جھمکا از فراق الاعظم انجینئر جھمکاوی (قلمی) ۴-بعض دیگر مصادر

☆☆☆

(۱) دیکھئے دھرم کیا ہے (اس کے آخر کا اشتہار)

جامعہ سلفیہ کا تعلیمی سال نو

۳۰-۱۴۲۹ھ = ۹-۲۰۰۸ء

ایک نظر میں

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سلفیان ہند کے لئے مرکزی درسگاہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے حسب سابق اس سال بھی ملک کے چہار جانب سے طالبان قرآن وسنت کی ایک بڑی تعداد داخلہ کے لئے جامعہ آئی، داخلہ کی کارروائی تقریبا ایک ہفتہ چلی اور ۱۷ر شوال ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۸ر اکتوبر ۲۰۰۸ء کو تعلیم کا آغاز ہوا۔

داخلہ کی کارروائی کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- داخلہ کے کل امیدوار طلبہ کی تعداد: ۲۶۴ ۲- کل طلبہ کی تعداد جن کا داخلہ ہوا: ۱۸۲

شعبہ کے اعتبار سے داخلے:

متوسطہ اولی	:	۴۱	متوسطہ ثانیہ	:	۲
عالم اول	:	۱۲	فضیلت اول	:	۱۲
تجوید سال اول	:	۱۱	شعبۂ حفظ	:	۲۳
جامعہ سلفیہ کی دیگر شاخوں سے		۸۱	موجودہ مجموعی تعداد طلبہ	:	۶۰۵

ادارہ محدث جمیع طلبہ کی کامیابی وکامرانی کے لئے دعاء گو ہے۔

ضرورت مدرس

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کی شاخ جامعہ دارالنصیحۃ، گوریوالی، بھج، گجرات کے لئے شعبۂ حفظ وقراءت اور شعبۂ عربی کے لئے مدرس کی ضرورت ہے، قیام وطعام اور معقول مشاہرہ کے علاوہ سال میں دوبار آمدورفت کا کرایہ بھی دیا جائے گا۔ جامعہ سلفیہ کے فارغین کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ کے لئے
ناظم اعلی
جامعہ دارالنصیحۃ، آزادنگر، گوریوالی، بھج کچھ گجرات
Azad Nagar, Gorewali, Bhuj-Kutch
(Gujrat) فون نمبر: 9426435762

☆☆☆

ہماری نئی مطبوعات

نام کتاب: اسلامی تربیت

مؤلف: عبدالوہاب حجازی

ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ، بنارس

طبع دوم: ۲۰۰۷ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ سلفیہ بی ۱۸/۱، جی، جامعہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، بنارس، ۲۲۱۰۱۰

اسلامی تربیت کے موضوع پر نہایت مشہور ومعروف کتاب، جسے جماعت اور عام مسلمان قارئین نے بے حد پسند کیا ہے، اور متعدد ماہرین تعلیم وتربیت نے اسے اردو زبان کی ممتاز کتاب قرار دیا ہے، جامعہ سلفیہ نے اسے دوبارہ آفسیٹ پر نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے، یہ کتاب بچے کی پیدائش سے لے کر پانچ سال، پھر مدرسے کے مرحلے یعنی چھ سال سے لے کر چودہ سال پھر دور شباب یعنی پندرہ سال سے لے کر پچیس سال تک ایمانی، جسمانی، اخلاقی اور نفسیاتی پہلوؤں سے پاکیزہ اسلامی اصولوں اور تربیتی ضوابط کو نہایت مستحکم اسلوب میں پیش کرتی ہے، کتاب کی زبان بے حد سہل اور دل کش ہے، یہ کتاب ہر گھر، ہر خاندان کے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہے، اور نئے رشتۂ ازدواج میں منسلک والوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔

(مسعود عالم سلفی)



باب الفتاوی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، وہ حج بیت اللہ کرنا چاہتی ہے لیکن اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہیں ہے، البتہ قرب وجوار کے چند لوگ حج کرنے جا رہے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ان کی محرم عورتیں بھی ہیں، تو کیا اس بیوہ عورت کے لئے یہ صحیح ہے کہ اس آدمی کے ہمراہ عورتوں کے ساتھ مل کر حج کرے جب کہ ان آدمیوں میں سے کوئی ایک اس کی بھی نگہداشت کرے گا۔

قرآن وحدیث کی رو سے مفصل جواب سے نوازیں، اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے۔

والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب وھو الموفق للصواب:

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ مذکورہ بیوہ عورت جس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہیں ہے وہ حج کے لئے سفر حج نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس پر حج فرض ہے، کیونکہ عورت کے لئے محرم بمنزلہ سبیل کے ہے اور استطاعت سبیل وجوب حج کے لئے شرط ہے۔ اللہ رب العالمین کا فرمان: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ (سورۃ آل عمران:۳/۹۷) یعنی اور لوگوں پر اللہ تعالی کا حق (فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔

اور کسی بھی عورت کے لئے (جو بالغہ ہو، جوان ہو یا بوڑھی) یہ جائز نہیں کہ وہ حج یا کسی اور مقصد کے لئے اپنے شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے واضح طور پر اس کی ممانعت فرمادی ہے کہ "لا يحل لامرأة تومن بالله واليوم الآخر،تسافر مسيرة يوم وليلة، إلا مع ذى محرم عليها" (صحیح مسلم: کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم ح:۱۳۳۹ صحیح البخاری، التقصیر، باب فی کم یقصر الصلاۃ، ح:۱۰۸۸) یعنی اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی (بالغہ) عورت کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ ایک دن اور رات کا سفر محرم کے بغیر کرے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"لا يخلون رجل بإمرأة إلا ومعها ذو محرم، ولا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم" یعنی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے الا یہ کہ اس کا محرم اس کے ساتھ ہو اور نہ کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے'' یہ ارشاد نبوی ﷺ سن کر ایک شخص (صحابی) نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میری بیوی حج کے لئے جارہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ کے لئے لکھا جاچکا ہے تو آپؐ نے فرمایا: "انطلق فحج مع امرأتك" (صحيح بخاری: كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة۔ الخ ح۵۲۳۳، وجزاء الصيد، باب حج النساء، ح۱۸۶۲، صحيح مسلم، الحج، باب سفر المرأة مع محرم .... الخ ح ۱۳۴۱) یعنی ''تم جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو''۔

امام حسن بصری، امام نخعی، امام احمد، امام اسحاق بن راھویہ، امام ابن المنذر اور اصحاب الرائے کا بھی یہی قول ہے اور عموم احادیث کے موافق ہونے کی وجہ سے یہی قول ھیئۃ کبار العلماء کی فتویٰ کمیٹی کے نزدیک اور ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے کہ عورت کے لئے شوہر اور محرم کے بغیر سفر کرنا منع ہے، چاہے سفر حج ہو یا کوئی دوسرا سفر، کیونکہ مذکور شخص سے آپ ﷺ نے بلا کسی تفصیل ووضاحت (کہ تمہاری بیوی محفوظ رہے گی یا نہیں، تمہاری بیوی کے ساتھ اور کوئی عورت ہے یا نہیں، تمہاری بیوی جوان ہے یا بوڑھی) کے فرمایا کہ جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرآؤ۔

امام ابن منذر نے اوپر مذکور موقف کے خلاف فتویٰ دینے والوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے ظاہر حدیث کے مطابق قول کو ترک کردیا ہے اور ان میں ہر ایک نے ایک ایسی شرط ذکر کی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس لئے صورت مسئولہ میں اوپر مذکور تمام احادیث واقوال ائمہ وفقہاء کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مذکورہ عورت کے ساتھ جب محرم نہیں ہے تو اس پر حج واجب نہیں ہے، کیونکہ یا تو اس سے یہ فریضہ ساقط ہے یا محرم کی عدم موجودگی کی وجہ سے اسے مکہ مکرمہ پہنچنے کی قدرت ہی نہیں اور عدم قدرت شرعی عذر ہے یا اس پر حج کی ادائیگی ہی واجب نہیں ہے۔

مزید تفصیل کے لئے: فقہ الحدیث، فتاویٰ اسلامیہ، فتاویٰ اللجنۃ الدائمہ وغیرہ کتب فقہ وفتاویٰ، فتاویٰ الزکاۃ والصیام والحج: ج۳/۱۱۹، ۱۲۰، فتاویٰ نمبر: ۱۲۶۔

ہذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم
حررہ: ابوعفان نور الہدیٰ عین الحق سلفی مالدہی
جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

الجواب صحیح
محمد رئیس ندوی
جامعہ سلفیہ بنارس

☆☆☆